قصص

سورہ نمبر 28

تنزیلی نمبر 24

آیات 88

پارہ 20

مکی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورہ القصص

فضیلت سورہ قصص

📖 کتاب ثواب الاعمال میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:
جو شخص شبِ جمعہ "طواسین ثلاثہ" (شعراء، نمل، قصص) کی تلاوت کرے، وہ اولیائے خدا میں سے قرار پائے گا اور وہ خدا کی حفظ و امان میں رہے گا اور وہ دنیا میں کبھی مفلس نہ ہوگا اور اسے آخرت میں جنت کا انعام دیا جائے گا اور خدا اسے ہر طرح سے راضی کرے گا اور اسے اتنا کچھ عطا کرے گا جو اس کی رضا سے بھی کہیں زیادہ ہوگا اور ایک سو خوبصورت آنکھوں والی حوروں سے اس کا نکاح کرے گا۔ (نورالثقلین)

📖 اس سورے کو لکھ کر بارش کے پانے سے دھوکر اگر یہ پانی پی لے تو اس شخص کے تمام درد و الم دور ہوجائیں وہ بیماری سے شفا پائے گا اور اللہ تعالٰی کے حکم سے ورم دور ہوجائے گا۔ (خصوصیات و فوائد قرآن)

وقت اور نام

📖 اس سورة المبارکۃ کا نام القصص اس لیے ہے کہ اس سورہ مبارکہ کی آیت ۲۵ میں حضرت موسیٰؑ علیہ السلام کا حضرت شعیب علیہ السلام کو اپنا سارا قصہ سنانے کا ذکر آیا ہے:
فَلَمَّا جَآءَہٗ وَ قَصَّ عَلَیۡہِ الۡقَصَصَ ...
جب موسیٰؑ ان کے پاس آئے اور اپنا سارا قصہ انہیں سنایا۔ (کوثر)

📖 اہل بیت علیہم السلام کی روایات میں سورہ ہائے شعراء، نمل اور قصص کو الطوسین الثلاث کا نام دیا گیا ہے۔ (کوثر)

✎ یہ تینوں سورتیں تنزیلی و ترتیبی (دونوں اعتبار سے) ایک ساتھ رکھی گئی ہیں۔ اور تینوں "طس/طسم" سے شروع ہوتی، اس لیے انہیں "الطواسین" کہتے... اور تینوں میں حضرت موسٰی علیہ السلام کا ذکر نمایاں ہے اور سورۃ کے شروع میں ہی آتا ہے۔
(اگرچہ "سورہ طہٰ" بھی "ط" سے شروع ہوتی ہے، اور وہ سورہ بھی پوری حضرت موسٰی علیہ السلام کے قصہ کے اوپر ہے۔)

سورہ کے مضامین کی اجمالی فہرست

📖 1. فرعون کے مظالم کا تذکرہ
2. جنابِ موسٰی اور حضرت پیغمبر اسلام کے حالات و واقعات میں جو مماثلت پائی جاتی ہے اس کا بھی تذکرہ ہے۔ (فیضان الرحمٰن)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

1- طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾

ط س م-

2- تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ ﴿۲﴾

یه آیات ہیں کتابِ مبین کی-

(اظهر)

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ٢ (شعراء، 26:2)

الٓرٰ، تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ (يوسف، 12:1)

طٰسٓ۔ تِلْکَ اٰیٰتُ الْقُرْاٰنِ وَ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ (نمل، 27:1)

وَ مَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (نمل، 71:75)

اور نہیں ہے کوئی پوشیدہ چیز آسمان اور زمین میں مگر وہ ایک روشن کتاب میں موجود ہے-

"کتابِ مبین" پر دوسری آیات - جو سورہ نمل کی آیت 75 کے ضمن میں نقل کی گئی ہیں – کا مطالع کیا جائے تہ پتہ چلتا وہ کوئی ایسی کتاب ہے جس میں ہر چیز کا علم ہے۔ ہر خشک و تر کا، ہر غیب کی بات کا، ہر ماضی و مستقبل کا...

یہ آیات ہیں کتابِ مبین کی۔ اور سورہ نمل کی پہلی آیت نے آواز دی تھی: یہ آیات ہیں قرآن کی اور کتابِ مبین کی۔

قرآن پوری طرح "الکتابِ مبین" تو نہیں کہہ سکتے۔ ورنہ اس میں ہر چیز کا علم ہوتا، ہر غیب کا بھی، حتیٰ کہ قیامت کا بھی۔

پر یہ آیت کہتی ہے، یہ آیات ہیں کتابِ مبین کی... قرآن کی اور کتابِ مبین کی۔

اسکا مطلب، یہ قران کی آیات، اُسی "الکتابِ مبین" کا حصہ ہیں۔ وہ کوئی بابرکت کتاب ہے آسمانوں میں، جسے شاید لوحِ محفوظ بھی کہتے۔ اور اُس میں ہر چیز کا علم ہے۔ یہ قرآن کی آیات، اُسی کی آیتوں میں سے ہیں، اُسی کی کچھ اقتباسات ہیں۔ چونکہ اُسی کا حصہ ہیں تو عمومی طور کہہ سکتے ہیں یہ کتابِ مبین کی آیات ہیں۔

اگر براء بحث، اِسی قرآن کو کلی طور کتابِ مبین کہیں، تو پھر وہ آیات جو کہتی کتابِ مبین میں ہر چیز کا علم ہے، رہ جاتا۔ یعنی ہمیں قرآن میں ہر چیز کا علم نہیں ملتا، تبھی ہم کئی اختلافات کا شکار ہیں۔ اور مختلف راء رکھتے اور مختلف تاویلات کرتے ہیں۔

اور یہی بات پچھلی کتابوں کے بارے میں بھی کہی جا سکتی ہیں، کہ وہ بھی قرآن کی طرح "کتابِ مبین" سے لی گئی آیات تھی۔

- يٰاَهلَ الكِتٰبِ... قَد جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُورٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِينٌ ١٥
  اے اہل کتاب' ... آچکا ہے تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور بھی اور ایک روشن کتاب بھی۔ (مائدہ، 5:15)
  (واللہ اعلم)

3۔ نَتۡلُوۡا عَلَيۡكَ مِنۡ نَّبَاِ مُوۡسٰى وَ فِرۡعَوۡنَ بِالۡحَقِّ لِقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ﴿۳﴾

ہم آپ پر موسیٰ و فرعون کی خبروں میں سے حق کے ساتھ پڑھ کر سناتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔
(اظہر)

فساد/مفسدین

4۔ اِنَّ فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِی الۡاَرۡضِ وَ جَعَلَ اَہۡلَہَا شِیَعًا یَّسۡتَضۡعِفُ طَآئِفَۃً مِّنۡہُمۡ یُذَبِّحُ اَبۡنَآءَہُمۡ وَ یَسۡتَحۡیٖ نِسَآءَہُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ مِنَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ ﴿۴﴾

که فرعون نے زمین میں یقیناً سرکشی اختیار کی اور اس کے رہنے والوں کو گروہ گروہ بنا ڈالا، ان میں سے ایک گروہ کو اس نے کمزور کر رکھا تھا ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا تھا، یقیناً وہ مفسدین میں سے تھا۔

(اظھر)

وَاِنَّ فِرۡعَوۡنَ لَعَالٍ فِی الۡاَرۡضِ ۚ وَاِنَّہٗ لَمِنَ الۡمُسۡرِفِیۡنَ ۸۳ (یونس، 10:83)

📖 اللہ تعالٰی نے قتل و غارتگری سے پہلے فرقہ پرستی کا ذکر کیا ہے شاید اس لیے ہو کہ فرقہ پرستی قتل و غارتگری کا مقدمہ یا اس سے بھی اہم ہو۔ شیعا... یذبح (تفسیر نور)

📖 یہ "مکیاولی" سیاست "لڑاؤ اور حکومت کرو" وہ ہے جسے قرآن نے فرعون کے نمبر ایک جرم کے طور پر پیش کیا ہے لیکن دنیائے مغرب اور مشرق میں حکمرانوں اور خصوصاً بڑی طاقتوں کا وہی سیاست آج تک برقرار ہے۔ (فصل الخطاب)

📖 علا (ع ل و): عِدْوُ الشَّیْئِ ۔ چیز کا بلند ترین حصہ۔ (سِفْلٌ کی ضد ہے)۔ اَلْعَلَاءُ ۔ شرف۔ بلندی۔ اَ عْلَاہُ ۔ عَالٰی بِہٖ ۔ اِسْتَعْلَاہُ۔کسی چیز کے اوپر چڑھ گیا۔ اِ سْتَعْلٰی ۔ بلند ہوا۔ غالب ہوا۔ اَعْلَاہُ ۔ اسے بلند کر دیا۔ تَعَالٰی وہ بلند ہوا [3:16]۔ اَلْعِلَاوَۃُ ۔ پورے بوجھ کے بعد اوپر سے جو زائد رکھا جائے۔ نیز یہ زائد یا اوپر سے، کے معنوں میں بولا جاتا ہے۔
مَا عَلَوْا [17:7] جس چیز پر بھی وہ غالب آجائیں۔

عُلُوًّا [17:4] سر کشی۔ لیکن جب یہی لفظ خدا کے لیے بولا جائے تو اس کے معنی عظمت اور بلندی کے ہوں گے [17:43]۔ عَالِيْنَ [23:46] سرکشی کرنے والے (اس کا واحد عَالٍ (اَلْعَالِیْ) ہے اور مونث عَالِيَةٌ)۔ وَلَتَعْلُنَّ تم ضرور سرکشی اختیار کرو گے [17:4]۔ جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا [11:82] ہم نے اس کے بالائی حصہ کو نیچے کا حصہ بنایا۔الْمُتَعَالِ [13:9] بہت بلند۔ عالی مرتب۔الْاَعْلٰی [87:1]۔ سب سے بلند۔ سب پر غالب۔ وَلَعَلَا [23:91]۔ غالب ہوا (ایک دوسرے پر)۔ عِلِّيُّوْنَ عِلِّيِّيْنَ [83: 18-19]۔ بلندیوں کے اوپر بلندیاں*(تاج)۔ لیکن [83:20] میں عِلِيُّوْنَ کی تفسیر كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ سے کی گئی ہے۔ لہٰذا اس کے معنی اعمال نامہ کے ہوں گے۔ لکھی ہوئی کتاب۔ لیکن ایسا اعمال نامہ جو انسان کو بلندیوں کی طرف لے جائے۔ اس کے برعکس سِجِّيْنٌ ایسا اعمالنامہ ہے جو انسانی نشوونما کو جکڑ کر رکھ دے۔ [83: 7-8]۔

سورة النمل میں ہے اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ [27:31]۔ اس میں تَعْلُوْا کے معنی ہیں سرکشی اختیار کرنا، اور مُسْلِمِيْنَ کے معنی مطیع و فرمانبردار ہو جانا۔

تَعَالَ ۔ عربوں میں جب کوئی بلندی سے نیچے والوں کو آواز دیتا تو یہ لفظ کہتا تھا۔ لیکن کثرت استعمال کے بعد یہ امتیاز باقی نہ رہا اور ہر بلانے والا اس لفظ کو استعمال کرنے لگا**(محیط)۔ چنانچہ سورة احزاب میں ہے فَتَعَالَيْنَ [33: 28] تم سب عورتیں آؤ۔

واضح رہے کہ اس مادہ کے بنیادی معنوں میں بلندی اور غلبہ کا

مفہوم پایا جاتا ہے۔ لیکن غلبہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک ظالم پر غلبہ پا کر مظلوم کی حمایت کرنا۔ یہ غلبہ مستحسن ہے اور جماعت مومنین کا شعار۔ دوسرا غلبہ یہ ہے کہ کمزوروں اور ناتوانوں پر غلبہ پا کر انہیں اپنے استبداد کا نشانہ بنانا۔ یہ غلبہ مذموم ہے اور فرعونیت کی علامت۔ اس قسم کے غلبہ کو ہم نے سرکشی سے تعبیر کیا ہے کیونکہ اس میں اپنی قوت کو قوانین خداوندی کے خلاف صرف کیا جاتا ہے۔ (لغات القرآن/مفہوم القرآن/غلام احمد پرویز)

📖 شیعہ: اَ لشِّیَاعُ ۔ چرواہے کی بانسری یا اس کی آواز (جس سے وہ منتشر جانوروں کو بلاتا ہے)۔ بلانے والے۔ داعی*(تاج و محیط) ۔ نیز اس کے معنی متابعت کرنے۔ یعنی بلانے والے کے پیچھے پیچھے چلنے کے بھی آتے ہیں۔ شَیَّعَہٗ عَلٰی رَأْیِہٖ ۔ اس نے اس کی رائے کی پیروی کی۔ اسے تقویت دی۔ اَ لشَّاعَةُ ۔ بیوی کو کہتے ہیں کیونکہ وہ شوہر کے ساتھ ساتھ یا اس کے پیچھے رہتی ہے*(تاج و محیط) ۔ ابن فارس نے کہا ہے کہ اس کے بنیادی معنوں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا بھی ہیں۔ ان معانی سے شِیْعَةٌ کے معنی واضح ہو جاتے ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو کسی کے پیچھے چل کر ایک پارٹی بن جائیں۔ اور اس طرح ایک دوسرے کی تقویت اور مدد کا موجب ہوں۔ (لغات القرآن/مفہوم القرآن/غلام احمد پرویز)

📖 طائفہ: طَوْفٌ کے معنی گھومنے اور چکر لگانے کے ہیں۔ طَافَ ۔ اِسْتَطَافَ ۔ تَطَوَّفَ ۔ طَوَّفَ ۔گھومنا۔ چکر لگانا*(تاج)۔ کسی چیز کے

اردگرد بکثرت چلنا**(محیط).اَ لْمَطَاف. گھومنے کی جگہ. اَلطَّائِفُ . چوکیدار یا کوتوال جو رات کو حفاظت کے لیے پہرہ دے. لوگوں کی جماعت جو ہم آہنگی فکر و خیال یا اشتراک مذہب کی بناء پر متحد ہو اور اس سبب سے دوسروں سے ممتاز ہو**(محیط). ابن فارس نے لکھا ہے کہ عرب طائفہ کو کسی معین تعداد میں محدود نہیں کرتے تھے. نیز وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ بہر حال اس سے تھوڑی اور معمولی مقدار یا تعداد ہی مراد لی جاتی ہے. (لغات القرآن/مفہوم القرآن/غلام احمد پرویز)

- قرآن کی دیگر آیات بتاتی ہیں کہ
- زمین میں فساد مت پھیلاؤ، "وَلَا تُفۡسِدُوۡا فِي الۡاَرۡضِ" (اعراف، 7:56)
- اور اللہ مفسدین کو پسند نہیں کرتا، "وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الۡمُفۡسِدِيۡنَ" (5:64)

- اور یہ آیت کہتی ہے کہ یقیناً فرعون مفسدین میں سے تھا.

اس کے مفسد ہونے کی یہاں جو وجہ بیان کی گئی ہے یہ کہ:
ایک تو اس نے لوگوں کو (Racism) کی بنیاد پر بانٹ رکھا تھا، گروہ گروہ کردیا. ایکوں کو اپنا سمجھتا تھا، اور دوسروں کو اپنے سے کمتر سمجھ کر ظلم کرتا تھا.
(غالباً نسل پرستی / racism کی بنیاد پر ہی ان پر ظلم روا رکھا تھا، ورنہ حضرت موسٰی علیہ السلام کا دوبارہ واپس آنے تک مذہبی طور پر ان سے کوئی جھگڑا نہیں تھا)

- یعنی اس آیت کی روشنی میں، آج کے دور میں ہم، اگر کسی کو کسی بھی حوالے سے، رنگ، نسل، زبان، پروفیشن، قد، خوبصورتی وغیرہ سے خود سے کمتر سمجھتے ہیں، اور اس وجہ سے اس

سے اس طرح کا رویہ روا رکھتے ہیں، تو یقیناً فرعون کی سیرت کی اتباع کرتے ہوئے، زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔

✎ racism کا سہرا فرعون کو جاتا ہے۔

🕮 وَ جَعَلَ اَہۡلَہَا شِیَعًا :فرعونی معاشرے میں مصر کے شہری دو نسلوں میں منقسم تھے۔ اقباط اور اسباط۔ مقامی اور حاکم لوگوں کو اقباط اور مہاجر لوگوں کو جو بنی اسرائیلی تھے، اسباط کہتے تھے جو دوسرے نمبر کے شہری شمار ہوتے تھے۔ (کوثر)

🕮 یَّسۡتَضۡعِفُ طَآئِفَۃً مِّنۡہُمۡ :جس گروہ کو بے بس کر دیا تھا وہ بنی اسرائیل تھے۔ ان کی بیٹوں کو وہ ذبح کرتے اور بیٹیوں کو زندہ چھوڑتے تھے۔ (کوثر)

🕮 بعض اہل تحقیق کے مطابق نساء کا لفظ جب ابناء کے مقابلے میں آتا ہے تو اس سے مراد بیٹیاں ہیں جیسے اس آیت میں نساء سے مراد بیٹیاں ہیں، عورت نہیں۔ (کوثر)

🕮 ان لوگوں کو بنی اسرائیل کی طرف سے کیا خطرہ تھا؟ اس کے بارے میں دو توجیہات ملتی ہیں۔ ان میں سے جو توجیہہ ہماری تفسیری روایات میں بہت تکرار سے بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ فرعون نے ایک خواب دیکھا تھا جس سے اسے یہ اشارہ ملا کہ اسرائیلیوں کے ہاں ایک ایسا بچہ پیدا ہونے والا ہے جو اسے اور اس کی سلطنت کو ختم کر دے گا۔ چناچہ اس نے اسرائیلیوں کے ہاں پیدا ہونے والے ہر لڑکے کو قتل کرنے کا فیصلہ کرلیا اور پھر اس

نے اپنے اس فیصلے پر سختی سے عمل درآمد بھی کروایا۔ یہ روایت تلمود میں بیان ہوئی ہے اور تلمود سے ہی ہماری تفسیری روایات میں آئی ہے لیکن نہ تو اس کا ذکر تورات میں کہیں ملتا ہے اور نہ ہی قرآن میں ایسا کوئی اشارہ موجود ہے۔ البتہ اس سے ملتے جلتے ایک خواب کا ذکر انجیل میں ضرور ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے زمانے میں متعلقہ علاقے کے یہودی بادشاہ نے دیکھا تھا اور اس خواب کے بعد وہ بادشاہ آپ علیہ السلام کی جان کے درپے ہوگیا تھا۔ اس سلسلے میں دوسری توجیہہ البتہ منطقی اور عقلی نوعیت کی ہے اور وہ یہ کہ فرعون اور اس کے مشیروں کو یہ احساس ہونے لگا تھا کہ بنی اسرائیل کی تعداد بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے اور اگر ان کی تعداد میں اسی رفتار سے اضافہ ہوتا رہا تو بہت جلد یہ لوگ ان کے لیے خطرہ بن سکتے ہیں اور اسی خدشے کے پیش نظر انہوں نے اسرائیلیوں کی نرینہ اولاد کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ (بیان القرآن – ڈاکٹر اسرار احمد)

امام/وارث/12

5۔ وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵﴾

اور ہم یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ جو زمین میں کمزور کردیے گئے ہیں ان پر مہربانی کریں اور انہیں ہم امام بنائیں اور انہیں ہم وارث بنائیں۔
(اظھر)

- وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ۭ وَيَعْقُوْبَ۔۔۔ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا (انبیاء، 21:73)
اور ہم نے انہیں اسحاق عطا کیا اور یعقوب۔۔۔ اور ہم نے انہیں امام بنایا اور ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں۔
- وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ١٠٥ (انبیاء 21:105)

اور زبور میں ہم نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے۔

- When God arose to judgment, To save all the meek of the earth. Selah. (Psalms, 76:9)
- My soul shall make her boast in Jehovah: The meek shall hear thereof, and be glad. (Psalms, 34:2)
- The meek will he guide in justice; And the meek will he teach his way. (Psalms, 25:9)
- Blessed are the meek: for they shall inherit the earth. (Mathew, 5:5)

📖 قبل کی آیت کے لحاظ سے محل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ "أرادہ" بھی ماضـــی ســـے متعلق ہو، اس لئے بعض مترجمین نے ترجمہ اسی طرح کیا ہے۔
مگر قرآن کے الفاظ میں مضـارع کا صـیغہ ہے جو حال و مسـتقبل کو بتاتا ہے اس لیے دوسـرے مترجمین کو اُســی کے مطابق ترجمہ کرنا پڑا ہے۔
ہم ســمجھتے ہیں کہ ذکر ماضــی کے ذیل میں خالق نے اپنے مسـتقبل أصـول کا اعلان فرمایا ہے کہ ہمیشـہ ہماری سـنت یہی ہے... (فصل الخطاب)

📖 وَ نُرِيدُ اَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اســتُضــعِفُوا :یہاں ارادہ تکوینی ہے جو حتمی الوقوع ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حتمی قانون ہے جو لوگ برائے خدا ظلم و سـتم کا شـکار ہوتے رہے ہیں ان پر اللہ احسـان ضـرور کرے گا۔ (کوثر)

✎ پچھلی امتوں میں بھی "امامت" کا کانسیپٹ تھا۔

اس لیے حدیث: "جو کچھ پچھلی امتوں میں ہوا، اس میں ہوکر رہے گا" کے تحت، یہ بات پایہ تکمیل تک تب پہنچے گی، جب اس امت میں بھی کچھ لوگ "امام" ہوں۔ وہ "امام" جو اس آیت کے تحت اللہ کی طرف اسے "امام" ہوں، (نہ کہ لوگوں نے خود سے اسے امام بنایا ہو)، جو نبی اکرم ﷺ کے بعد دین کے امام، پوری امتِ مسلمہ کے امام ہوں۔

وہ "امام" وہی ہیں جسے کے بارے میں احادیث موجود ہیں کہ میرے بارہ امام/جانشین/ وصی/خلیفہ ہوں گے۔

- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ، قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ " يَكُونُ *اثْنَا عَشَرَ* أَمِيرًا. فَقَالَ كَلِمَةً لَمْ أَسْمَعْهَا فَقَالَ أَبِي إِنَّهُ قَالَ. كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ ".

I heard the Prophet saying, "There will be twelve Muslim rulers (who will rule all the Islamic world)." He then said a sentence which I did not hear. My father said, "All of them (those rulers) will be from Quraish."

[(Bukhari, #7222)], [(Muslim, #1821b)]

- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، - يَعْنِي ابْنَ أَبِي خَالِدٍ - عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ " لاَ يَزَالُ هَذَا الدِّينُ قَائِمًا حَتَّى يَكُونَ عَلَيْكُمُ اثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً كُلُّهُمْ تَجْتَمِعُ عَلَيْهِ الأُمَّةُ " . فَسَمِعْتُ كَلاَمًا مِنَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم لَمْ أَفْهَمْهُ قُلْتُ لأَبِي مَا يَقُولُ قَالَ " كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ " .

The Prophet (saws) said: The religion will continue to be established till there are twelve caliphs over you, and the whole community will agree on each of them. I then heard from the Prophet (saws) some remarks which I could not understand. I asked my father: What is he saying: He said: all of them will belong to Quraysh. (Abu Dawood, #4279)

(اس مناسبت سے حدیث (غدیر خُم والی) بھی بونس میں قابل غور ہے)

حَدَّثَنَا عَبْد اللَّهِ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ الْوَكِيعِيُّ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ عُقْبَةَ بْنِ نِزَارٍ الْعَنْسِيُّ، حَدَّثَنِي سِمَاكُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ الْوَلِيدِ الْعَبْسِيُّ، قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى فَحَدَّثَنِي أَنَّهُ شَهِدَ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي الرَّحَبَةِ قَالَ أَنْشُدُ اللَّهَ رَجُلًا سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَهِدَهُ يَوْمَ غَدِيرِ خُمٍّ إِلَّا قَامَ وَلَا يَقُومُ إِلَّا مَنْ قَدْ رَآهُ فَقَامَ اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا فَقَالُوا قَدْ رَأَيْنَاهُ وَسَمِعْنَاهُ حَيْثُ أَخَذَ بِيَدِهِ يَقُولُ اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَهُ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَهُ فَقَامَ إِلَّا ثَلَاثَةٌ لَمْ يَقُومُوا فَدَعَا عَلَيْهِمْ فَأَصَابَتْهُمْ دَعْوَتُهُ.

I entered upon `Abdur-Rahman bin Abi Laila, who told me that he heard `Ali (رضي الله عنه) say in ar-Rahbah: I adjure by Allah any man who heard the Messenger of Allah (ﷺ) and was present on the day of Ghadeer Khumm to stand up, and no one is to stand up except those who saw him. Twelve men stood up and said: We saw and heard him when he took him by the hand and said, `O Allah, take as friends those who take him as a friend, and take as enemies those who take him as an enemy, support those who support him and forsake those who forsake him.` Everyone stood up except three. He prayed against them and his supplication against them was fulfilled. (Musnad Ahmed, #964)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ يَعْنِي ابْنَ أَبِي صَالِحٍ الْأَسْلَمِيَّ، حَدَّثَنِي زِيَادُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ، سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَنْشُدُ النَّاسَ فَقَالَ أَنْشُدُ اللَّهَ رَجُلًا مُسْلِمًا سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَوْمَ غَدِيرِ خُمٍّ مَا قَالَ فَقَامَ اثْنَا عَشَرَ بَدْرِيًّا فَشَهِدُوا.

“I adjure you by Allah, did any Muslim man hear the Messenger of Allah (ﷺ) say what he said on the day of Ghadeer Khumm? And twelve men who had been at Badr stood up and testified. (Musnad Ahmed, #670)

✎ اور وہی اللہ کی طرف سے "وارث" بھی رہے۔ اور بدقسمتی سے وہ "مستضعفین" بھی رہے۔
کہ نبی کی بیٹی کو اپنے والد سے وراثت نہ مل سکی۔
علیؑ کو عرصہ دراز تک اپنا مقام و مرتبہ نہ مل سکا۔
حسنؑ کو زہر دے کر شہید کر دیا گیا۔
اور حسینؑ اور بیٹوں کو ذبح کردیا گیا اور عورتوں کو قیدی بنا کر زندہ رہنے دیا گیا۔ (يُذَبِّحُ اَبنَآءَہُم وَ يَستَحيِ نِسَآءَہُم ؕ)

✎ "امامت" کا رتبہ بھی اللہ ہی دیتا ہے، بالکل جیسے رسالت و نبوت و خلافت الٰہی منصب ہے۔ اس کی دلیل اس سورہ کی آیت 68 میں آئے گی۔ پر چونکہ یہ الٰہی منصب ہے تو اس کا تعین یا تو اللہ کی کتاب کرے گی، یا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود کر کے جائیں گے۔

✎ ویسے تاریخی طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسحاقؑ میں سے حضرت یعقوبؑ کے 12 بیٹے تھے، جو آگے چل کر بنی اسرائیل کے 12 قبیلے بنے۔
اسی طرح
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بھی 12 بیٹے تھے۔ جیسا کہ توریت میں لکھا ہے:

🕮 As for Ishmael, I have heard you; behold, I have blessed him and will make him fruitful and multiply him greatly. He shall father twelve princes, and I will make him into a great nation. (Genesis, 17:20)

- ان کے نام و تفصیل۔ [(چیک وکیپیڈیا)]

1. Nebaioth
2. Kedar
3. Adbeel
4. Mibsam
5. Mishma
6. Dumah
7. Massa
8. Hadar
9. Tema
10. Jetur
11. Naphish
12. Kedemah

- پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت اسحاق کی اولاد سے آخری پیغمبر تھے، اور ان کے 12 حواریین تھے۔

- اور اسی طرح پیغمبر آخرالزمان ﷺ، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں آخری پیغمبر تھے، اور اس طرح ان کے بھی 12 جانشین/امام تھے۔

- اہل تشیعہ تو نبی کے بعد 12 امام/خلیفہ/جانشین کو پہچانتے ہیں، جسکا پہلا علی علیہ السلام اور آخری مہدی علیہ السلام ہیں۔
- اہل سنت، دوسری روٹ سے آتے ہوئے، غالباً پانچ تک کو خلفاء راشدین مانتے ہیں، اس کے بعد ان کو نہیں معلوم

باقی خلفاء راشـــین کون تھے یا کســـے کہیں... البتہ پھر آخری امام مھدی کو مانتے۔

بارہ بارہ انبیاء

- مشہور قول کے بنا پر قرآن مین 25 انبیاء کا ذکر ہے۔
اب اس نمبر ســـے نبی اکرم ﷺ کو الگ کردیں تو 24 بنتا ہے، یعنی 12 کا ڈبل ۔ (یعنی 12x2+1)

- یعنی حضرت آدمؑ سے حضرت موسٰیؑ سے پہلے تک 12 انبیاء ہیں۔
(جانشین کائونٹ کرتے ہوئے)

- حضـــرت آدم،[1] حضـــرت ادریس،[2] حضـــرت نوح،[3] حضـــرت ہود،[4] حضرت صالح،[5] حضرت ابراہیم،[6] حضرت لوط،[7] حضرت اسماعیل،[8] حضرت إسـحاق،[9] حضـرت یعقوب،[10] حضـرت یوسـف،[11] حضـرت ایوب علیہم السلام۔

- پھر حضـــرت 12ویں نمبر پر موسٰـــی علیہ الســـلام آتے... اور ایک نئیں milestone کی شروعات ہوتی۔

- یعنی آدم کے بعد ان کے بارہویں جانشـــین حضـــرت موسٰـــی علیہ السلام تھے۔

- (یعنی ویسے تو انبیاء کی تعداد بہت بتائی جاتی، پر قرآن میں اختصار سے کام لیتے ہوئے چیزوں کو مختصر کردیا... پر غالباً منطق برقرار رکھی... انبیاء کی تعداد 124000 بتائی جاتی. اور یہ فگر بھی 12 اور 24 (12x2) کی مناسبت سے ہے)

- پھر حضرت موسٰیؑ کے بعد
[1]حضرت شعیب، [2]حضرت ہارون، [3]حضرت داود، [4]حضرت سلیمان، [5]حضرت یونس، [6]حضرت الیاس، [7]حضرت الیسع، [8]حضرت ذولکفل، [9]حضرت زکریا، [10]حضرت یحیٰ، اور [11]حضرت عیسٰی علیہم السلام.

- 12 پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبعوث ہوتی ہے. اور یہ 12 نمبر کی خصوصیت کو قائم رکھتے ہوئے ان کے 12 جانشین بنتے ہیں.

- اور اسی طرح نبی اکرمﷺ کے بعد ان کے 12 جانشین ہوتے.
[1]امام علی، [2]امام حسن، [3]امام حسین، [4]امام زین العابدین، [5]امام محمد باقر، [6]امام جعفر صادق، [7]امام موسٰی کاظم، [8]امام علی رضا، [9]امام محمد تقی، [10]امام علی نقی، [11]امام حسن عسکری. اور [12]امام مهدی علیہم السلام.

- یعنی حضرت آدم کا بارہواں حضرت – حضرت موسٰی علیہ السلام
اور پھر حضرت موسٰی کا بارہواں جانشین – حضرت محمد ﷺ!

اور حضرت محمد ﷺ کا بارہواں جانشین – امام مہدی عجل اللہ

✎ (یہ کلکیولیشن محض ذاتی راء کی مناسبت سے ہے، کیونکہ کچھ انبیاء کا صحیح وقت ہمیں نہیں معلوم، اور کچھ انبیاء ایک ہی دور میں ایک ساتھ بھی تھے۔ پر بہرحال یہ ایک تھوڑی سی منطقی بات ضرور بنتی ہے، اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ 12 کی فگر کو اللہ تعالٰی نے کچھ خاص رکھا ہے، اور اس میں حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ جیسے 12 مہینے، دن و رات کے 12 12 گھنٹے۔)

قرآن میں لفظ امام 12 بار آیا

✎ **یہ بات حکمتی طور پر حیران کن ہے کہ قرآن میں لفظ "امام" اپنے جمع کے صیغہ "ائمہ" کے ساتھ کل 12 بار آیا ہے۔** (جس میں سے دو بار تو اس سورہ قصص میں آیا ہے)

1- **إِنَّا نَحْنُ نُحْىِ ٱلْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا۟ وَءَاثَـٰرَهُمْ ۚ وَكُلَّ شَىْءٍ أَحْصَيْنَـٰهُ فِىٓ إِمَامٍ مُّبِينٍ (يٰس، 36:12)**
یقیناً ہم ہی زندہ کریں گے مردوں کو اور ہم لکھ رہے ہیں جو کچھ انہوں نے آگے بھیجا اور جو اثرات وہ اپنے پیچھے چھوڑ گئے ہیں ور ہرچیز کا احاطہ ہم نے امام مبین میں کررکھا ہے۔

2- **وَٱلَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَٰجِنَا وَذُرِّيَّـٰتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَٱجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا (فرقان، 25:74)**
اور وہ لوگ کہ جو کہتے ہیں : اے ہمارے پروردگار ! ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطافرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔

3- **وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى ٱلَّذِينَ ٱسْتُضْعِفُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ ٱلْوَٰرِثِينَ (قصص، 28:5)**

اور ہم نے ارادہ کیا کہ ہم احسان کریں ان لوگوں پر جو زمین میں کمزور کر دیئے گئے تھے اور (ہم نے چاہا کہ) ہم انہیں امام بنا دیں اور انہی کو ہم وارث بھی بنائیں۔

(اس آیت کے مطابق میں سمجھتا "علی وارث" ثابت ہوجاتا۔ یعنی "علی وارث" کہنے میں کوئی اشکال نہیں۔ وہ برحق امام تھے، اور اللہ نے انہیں امام بنایا اور وارث بنایا!)

4- وَجَعَلْنَـٰهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى ٱلنَّارِ (قصص، 28:41)
اور ہم نے بنا دیا انہیں امام آگ کی طرف بلانے والے

5- يَوْمَ نَدْعُواْ كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَـٰمِهِمْ (اسراء، 17:71)
جس دن ہم بلائیں گے تمام لوگوں کو ان کے اماموں کے ساتھ

6- أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِۦ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِن قَبْلِهِۦ كِتَـٰبُ مُوسَىٰٓ إِمَامًا وَرَحْمَةً (ہود، 11:17)
تو بھلا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہو اور اس کے پیچھے آئے اللہ کی طرف سے ایک گواہ بھی اور اس سے پہلے کتاب موسیٰ بھی موجود تھی جو امام (راہنما) بھی تھی اور رحمت بھی۔

7- وَمِن قَبْلِهِۦ كِتَـٰبُ مُوسَىٰٓ إِمَامًا وَرَحْمَةً وَهَـٰذَا كِتَـٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنذِرَ ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْ وَبُشْرَىٰ لِلْمُحْسِنِينَ (احقاف، 46:12)
حالانکہ اس سے پہلے موسیٰؑ کی کتاب موجود ہے راہنمائی کرنے والی اور رحمت اور یہ کتاب اس کی تصدیق کرنے والی ہے عربی زبان میں تاکہ خبردار کر دے ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کی روش اختیار کی اور بشارت بن جائے احسان کی روش اختیار کرنے والوں کے لیے۔

8- فَٱنتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ (حجر، 15:79)
تو ان سے بھی ہم نے انتقام لیا۔ اور یہ دونوں بستیاں بھی کھلے راستے پر واقع تھیں۔

9- وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُواْ وَكَانُواْ بِـَٔايَـٰتِنَا يُوقِنُونَ (سجدہ، 32:24)

اور ہم نے ان میں سے ایسے امام اٹھائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے جب کہ انہوں نے صبر کی روش اختیار کی اور وہ ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے۔

10- وَجَعَلْنَٰهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَآ إِلَيْهِمْ فِعْلَ ٱلْخَيْرَٰتِ وَإِقَامَ ٱلصَّلَوٰةِ وَإِيتَآءَ ٱلزَّكَوٰةِ ۖ وَكَانُوا۟ لَنَا عَٰبِدِينَ (انبیاء، 21:73)
اور ہم نے اُن کو امام بنا دیا جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے۔ اور ہم نے اُنہیں وحی کے ذریعہ نیک کاموں کی اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی ہدایت کی، اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔

11- ۞ وَإِذِ ٱبْتَلَىٰٓ إِبْرَٰهِـۧمَ رَبُّهُۥ بِكَلِمَٰتٍ فَأَتَمَّهُنَّ ۖ قَالَ إِنِّى جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۖ قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِى ۖ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى ٱلظَّٰلِمِينَ (بقرہ، 2:124)
اور ذرا یاد کرو جب ابراہیمؑ کو آزمایا اس کے رب نے بہت سی باتوں میں تو اس نے ان سب کو پورا کر دکھایا تب فرمایا : (اے ابراہیمؑ!) اب میں تمہیں نوع انسانی کا امام بنانے والا ہوں انہوں نے کہا : اور میری اولاد میں سے بھی فرمایا : میرا یہ عہد ظالموں سے متعلق نہیں ہوگا۔

12- دِينِكُمْ فَقَٰتِلُوٓا۟ أَئِمَّةَ ٱلْكُفْرِ ۙ إِنَّهُمْ لَآ أَيْمَٰنَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنتَهُونَ (توبہ، 9:12)
تم جنگ کرو کفر کے ان اماموں سے ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں شاید کہ (اس طرح) وہ باز آجائیں۔

نعمت الٰہی

📖 سب نعمتیں اللہ تعالٰی کی طرف سے ہیں اور بندگانِ الٰہی ہر نعمت پر اس کے احسان مند ہیں لیکن اللہ تعالٰی نے چند خاص نعمتوں کو بطور منت یا احسان کے ذکر کیا ہے جو کہ خاص اہمیت کی حامل ہیں۔

الف۔ اسلام کی نعمت:

اور جو شخص بھی تمہارے سامنے سلام پیش کرے (یا اسلام پیش کرے) اس کو یہ مت کہو کہ تم مؤمن نہیں ہو، آخر اسی حالت میں تم خود

بھی تو اس سے پہلے مبتلا رہ چکے ہو ' پھر اللہ نے تم پر احسان کیا۔ (نساء، 4:94)

ب۔ نبوت کی نعمت:

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ ۚ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ١٦٤ (آل عمران، 3:164)

(درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا پیغمبر اٹھایا جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے ' ان کی زندگیوں کو سنوراتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے ' حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے -)

ج۔ ہدایت کی نعمت:

قُلۡ لَّا تَمُنُّوۡا عَلَىَّ اِسۡلَامَكُمۡ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيۡكُمۡ اَنۡ هَدٰٮكُمۡ لِلۡاِيۡمَانِ (حجرات، 49:17)

کہو کہ اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو، بلکہ اللہ کا تم پراحسان ہے کہ اس نے تم کو ایمان کی ہدایت دی۔

د۔ مومنین کی حکومت:

5۔ وَ نُرِيۡدُ اَنۡ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا فِى الۡاَرۡضِ وَ نَجۡعَلَهُمۡ اَئِمَّةً وَّ نَجۡعَلَهُمُ الۡوٰرِثِيۡنَ ۙ﴿۵﴾

اور ہم نے ارادہ کیا کہ جو زمین میں کمزور کردیے گئے ہیں ان پر مہربانی کریں اور انہیں ہم امام بنائیں اور انہیں ہم وارث بنائیں۔

(تفسیر نور)

مستضعفین کی حکومت

مستضعفین (مجبور، پسے ہوئے لوگوں) کی زمین پر حکومت کا مسئلہ قرآن مجید میں مختلف آیات اور بیانات کی صورت میں موجود ہے۔

الف۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (نور، 55:55)
اس نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا۔

ب۔ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰۗىِٕفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ١٤ (10:14)
(پھر ان کے بعد ہم نے تمہیں زمین میں جانشین بنا دیا تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیا کرتے ہو!)

ج۔ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ١٠٥ (انبیاء، 21:105)
(اور زبور میں ہم نصیحت کے بعد لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے)

د۔ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا (اعراف، 7:137)
(اور ان کی جگہ ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور بنا کر رکھے گئے تھے ، اس سرزمین کے مشرق و مغرب کا وارث بنا دیا)

ھ۔ ۔۔ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ١٣، وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ(ابراہیم 14:14)
(ہم ان ظالموں کو ہلاک کردیں گے۔ اور ان کے بعد تمہیں زمین میں آباد کریں گے۔)
(تفسیر نور)

📖 یہ وعدہ اُنہی افرادِ امت کے لئے ہوگا جنہیں دنیا میں دبایا گیا اور پِیسا گیا اور انہی کے واسطے آخر میں یہ وعدہ الٰہی پورا ہوگا۔ وہی امامِ خلق ہوں گے اور وہی وارثِ زمین ہوں گے نہ کہ وہ جو قہر و غلبہ کے مالک ہوکر دوسروں پر مظالم ڈھائیں اور اپنے اقتدار کی خاطر حق پرستوں کو سولیوں پر چڑھائیں، قیدخانوں میں بند رکھیں یا تلواروں کے گھاٹ اتاریں۔ یہ تو کردار کے لحاظ

سے جنودِ فرعون و ہامان میں داخل ہیں. جنہیں آخر میں اپنے منصوبوں کے خلاف مظلوموں کا اقتدار دیکھنا نصیب ہوگا، وہی مظلومین کے لئے قرآن کی روشنی میں ہماری دعا ہے: عجل اللہ فرجھم. (فصل الخطاب)

✎ انبیاء کے وارث: اس آیت میں لفظ "وارثین" وراثت کو مدِنظر رکھتے ہوئے ایک خیال ذہن میں آتا ہے.
(انبیاء کی وراثت پر ہم سورہ مریم میں کچھ روشنی ڈال کر آئے ہیں)
پر یہاں یہ بات بنی اسرائیل کی مناسبت سے قابلِ غور ہے کہ بنی اسرائیلی سب انبیاء کی اولاد ہیں. یعنی جناب اسرائیل یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں. کہ ان کے 12 بیٹوں کی اولاد بنی اسرائیل بنی. حضرت یعقوبؑ سے پہلے حضرت اسحاقؑ و حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں.
تو کیا بنی اسرائیلیوں میں - انبیاء کی اولاد ہونے کی وجہ سے - کبھی مالی وراثت نہیں رہی؟
بلکہ اسی خیال سے، ہم سب انبیاء کی اولاد ہیں، کہ پہلے حضرت آدم ؑ کی اولاد ہیں، اور اسکے بعد حضرت نوحؑ کی اولاد میں سے ہیں.
پھر اس روایت کی روشنی میں جس کے تحت بیبی فاطمہ زھرا سلام اللہ علیہا کو اپنے والد سے وراثت نہ مل سکی.
دنیا میں کسی بھی انسان کو وراثت نہیں ملنی چاہیے!
(کہ ہم سب اسلام کی روشنی مین نبی آدم و ثانی آدم – حضرت نوح کی اولاد ہیں، یعنی انبیاء کی اولاد ہیں، تو پھر انبیاء وراثت نہیں چھوڑتے.)

6- وَ نُمَكِّنَ لَہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ وَ نُرِیَ فِرۡعَوۡنَ وَ ہَامٰنَ وَ جُنُوۡدَہُمَا مِنۡہُمۡ مَّا کَانُوۡا یَحۡذَرُوۡنَ﴿۶﴾

اور زمین میں ان کو اقتدار بخشیں اور ان سے فرعون و ہامان اور ان کے لشکروں کو وہی کچھ دکھلا دیں جس کا انہیں ڈر تھا۔

(فی ظلال القرآن)

📖 چنانچہ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے کنعانیوں، آموریوں اور ارامیوں کا وارث بنایا جب کہ ان اقوام میں اپنے اپنے زمانے میں بڑے جابر لوگ تھے۔ (کوثر)

📖 واضح رہے عربی اور عبری تلفظ کے فرق کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً عبری تلفظ ابراہم، عمرام، موشی اور یسوع کا عربی تلفظ ابراہیم، عمران، موسیٰ اور عیسیٰ ہے اور آج بھی بہت دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک لفظ دوسری زبان میں جا کر تلفظ کی دوسری شکل اختیار کرتا ہے۔ (کوثر)

📖 مصر کے سب سے بڑے دیوتا کا نام آمن تھا۔ اس دیوتا کے عبادت خانہ کے متولی (کاہن) کا نام آمن پڑ گیا۔ چنانچہ تاریخ میں آیا ہے: معبد آمن کے بڑے کاہن کا نام بھی آمن پڑ گیا جس نے سلسلہ شاہان مصر کے انیسویں خاندان کے دور سے بہت اہمیت حاصل کر لی تھی۔ یہاں تک کہ وہ دریائے نیل کے بالائی علاقوں پر مسلط ہو گیا اور افواج کی سربراہی اور شہنشاہی خزانے کے انچارج کا عہدہ حاصل کیا اور تمام عبادتگاہوں کے نگران اعلیٰ کے منصب پر بھی فائز ہو گیا۔(تاریخ مصر تالیف لبرسٹیڈ صفحہ ۵۲۰) (کوثر)

موسیٰ کا بچپنہ

7۔ وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوۡسٰۤی اَنۡ اَرۡضِعِیۡہِ ۚ فَاِذَا خِفۡتِ عَلَیۡہِ فَاَلۡقِیۡہِ فِی الۡیَمِّ وَ لَا تَخَافِیۡ وَ لَا تَحۡزَنِیۡ ۚ اِنَّا رَآدُّوۡہُ اِلَیۡکِ وَ جَاعِلُوۡہُ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۷﴾

اور ہم نے مادر موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ انہیں دودھ پلائیں اور جب ان کے بارے میں خوف محسوس کریں تو انہیں دریا میں ڈال دیں اور بالکل خوف اور رنج نہ کریں، ہم انہیں آپ کی طرف پلٹانے والے اور انہیں پیغمبروں میں سے بنانے والے ہیں۔

(بلاغ القرآن)

اِذۡ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّکَ مَا یُوۡحٰۤی ﴿ۙ۳۸﴾ (طه، 20:38)

وَ اَوحَینَا اِلٰی اُمِّ مُوسٰی :ہم نے مادر موسیٰ کی طرف وحی بھیجی۔ وحی، کلام خفی اور پوشیدہ اشارے کے معنوں میں ہے۔ یہ کلام خفی اگر حروف و اصوات پر مشتمل ہے تو اصطلاح میں بھی وحی کہتے ہیں اور اگر حروف و اصوات کے بغیر صرف معانی و مطالب ذہن میں ڈال دے جائیں تو اسے الہام کہتے ہیں۔ اگر یہ تفہیم کسی کے تخلیقی مرحلے میں اس میں ودیعت کی گئی ہے تو اسے فطرت کہتے ہیں۔ چنانچہ وَ اَوحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحلِ .... (۱۶ نحل: ۶۸) میں یہی معنی مراد ہیں۔ (کوثر)

لغوی اعتبار سے حضرت زکریاؑ نے یہ لفظ "وحی" اپنے قوم کے لیے بھی استعمال کی:

فَخَرَجَ عَلٰی قَوۡمِہٖ مِنَ الۡمِحۡرَابِ فَاَوۡحٰۤی اِلَیۡہِمۡ اَنۡ سَبِّحُوۡا بُکۡرَۃً وَّ عَشِیًّا ۱۱ (مریم، 19:11)

پھر زکریا محرابِ عبادت سے نکل کر لوگوں کے پاس آیا اور ان سے اشارے سے کہا کہ تم صبح و شام خدا کی پاکی بیان کرو۔

📖 الیَمِّ سے مراد یہاں دریائے نیل ہی ہو سکتا ہے چونکہ قصر فرعون دریائے نیل کے ساحل پر واقع تھا۔ (کوثر)

📖 تلمود کے مطابق فرعون نے جاسوس عورتیں چھوڑ رکھی تھی جو بنی اسرائیل کے گھروں میں اپنے چھوٹے بچے لے جاتی تھیں اور ان بچوں کو رلا دیتی تھیں تاکہ اگر کوئی بچہ چھپا ہوا ہے تو وہ آواز سن کر روئے اور یوں اس بچے کو حاصل کر کے قتل کروا دیں۔ (کوثر)

📖 وَ لَا تَخَافِی وَ لَا تَحزَنِی :موسیٰ کی زندگی پر خوف نہ کرو اور جدائی کا غم بھی نہ کرو۔
آنے والے خطرات کی صورت میں خوف ہوتا ہے۔ گزشتہ مصیبت پر حزن ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں دونوں صورتوں کے لیے تسلی ہے۔ موسیٰ زندگی کے لیے آیندہ خطرات کا خوف نہ کرو اور دریا میں ڈالنے کے بعد جدائی کا غم نہ کرو۔ چونکہ یہ جدائی وقتی ہو گی۔ (کوثر)

✎ توکل علی اللہ (اور مرضیِ خدا) ہو تو کبھی باپ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے لگتاہے، تو کبھی ماں اپنے جگر گوشے کو دریا کے حوالے کرنے پر آمادہ ہوجاتی ہے... (کچھ اس طرح کا میدانِ کربلا میں بھی ہوا، کہ باپ اپنی بیٹوں کو ذبح ہونے کے لیے بھیج رہے تھے، اور مائیں اپنے معصوم جگر کے گوشوں کو تیار کر رہی تھی میدانِ جنگ میں ڈالنے کے لیے)

📖 حالات چاہے جیسے بھی ہوں بچے کو ماں کا دودھ ملنا چاہیے، اس سے نہیں روکا جاسکتا۔ ارضعیہ۔ (تفسیر نور)

📖 According to the Torah, the name "Moses" comes from the Hebrew verb, meaning "to pull out/draw out" [of water], and the infant Moses was given this name by Pharaoh's daughter after she rescued him from the Nile (Exodus 2:10) (Wiki/Moses)

8۔ فَالۡتَقَطَہٗۤ اٰلُ فِرۡعَوۡنَ لِیَکُوۡنَ لَہُمۡ عَدُوًّا وَّ حَزَنًا ؕ اِنَّ فِرۡعَوۡنَ وَ ہَامٰنَ وَ جُنُوۡدَہُمَا کَانُوۡا خٰطِئِیۡنَ ﴿۸﴾

چنانچہ آل فرعون نے انہیں اٹھا لیا تاکہ وہ ان کے لیے دشمن اور باعث رنج بن جائیں، یقینا فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکر والے خطاکار تھے۔
(بلاغ القرآن)

✎ یعنی (کبھی کبھار) اللہ اپنے پیاروں کو ان کے دشمنوں کے شر سے بچانے کے لیے دشمنوں کے ہاتھوں ہی تحفظ دیتا ہے۔

✎ فرعون و ہامان (جن کے یہاں پر نام ذکر ہیں) اتنے کٹھور ضرور تھے مستقبل میں دشمنی کے خدشے کے تحت بچوں کو بچپنے میں یا ماں کے کوکوں میں ماردیتے تھے۔
کچھ یہی کام آج کے فلسطین میں رہنے والے یہودی کر رہے۔ (یعنی ماضی کا فرعونی کام، حال میں وہ کر رہے جنہیں یہودی کہیں یا Zionist، یا Ashkenazi Jews ...)

✎ (اس وقت دنیا میں دو قسم کے یہودی ہیں، ایک Ashkenazim Jews جن کے دستور (رسم و رواج) جرمنی سے وابستہ ہے۔

دوسرے Sephardic Jews جن کے طور طریقے اسپین سے تعلق رکھتے۔ عرفہ عام میں اصلی یہودی Sephardic ہیں، جو نسلی طور پر جن جا نسب حضرت یعقوب علیہ السلام سے جا ملتا۔

اور اشکنازی یہودی وہ ہیں، جو بعد میں مختلف قوموں، تہذیبوں اور مذہبوں سے کنورٹ ہوکر یہودی بنے۔

آج کے دور میں 80٪ یہودی اشکنازی یہودی ہیں۔

📖 **Other than their origins in ancient Israel, the question of how Ashkenazi Jews came to exist as a distinct community is unknown, and has given rise to several theories.[48][49] (Wikipedia/Ashkenazi_Jews)**

9۔ وَ قَالَتِ امۡرَاَتُ فِرۡعَوۡنَ قُرَّتُ عَیۡنٍ لِّیۡ وَ لَکَ ؕ لَا تَقۡتُلُوۡہُ ٭ۖ عَسٰۤی اَنۡ یَّنۡفَعَنَاۤ اَوۡ نَتَّخِذَہٗ وَلَدًا وَّ ہُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۹﴾

اور فرعون کی عورت نے کہا:یہ (بچہ) تو میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کرو، ممکن ہے یہ ہمارے لیے مفید ثابت ہو یا ہم اسے بیٹا بنا لیں اور وہ (انجام سے) بے خبر تھے۔

(بلاغ القرآن)

📖 **بائیبل کا بیان ہے کہ یہ عورت فرعون کی بیٹی تھی لیکن قرآن نے اس کو فرعون کی بیوی قرار دیا ہے چونکہ قرآنی اصطلاح میں امرأۃ فلان سے مراد ہمیشہ بیوی لی جاتی ہے لہٰذا قرآن کی اصلاح کے مطابق یہ فرعون کی بیٹی نہیں، بیوی تھی۔ (کوثر)**

📖 **Maurice Bucaille commented that the wife of Pharaoh who contended with Moses is the one in Surah At-Tahrim, while another early wife of another Pharaoh is the one who adopted him in Surah Al-Qasas.[11] (Wikipedia)**

✎ یعنی ایک محقق مورِیس بوکائیل (اور کتاب "بائیبل، قرآن اور سائنس" کے مصنف) کے مطابق، حضرت موسٰی علیہ السلام کو ایک پرانے فرعون کی بیوی نے حضرت موسٰی کو دریا سے اٹھایا تھا، جبکہ ایک دوسرے فرعون کی بیٹی نے انہیں پالا تھا۔

✎ سورہ طہ کی آیت 39 کے ضمن میں اس بات پر کچھ روشنی ڈالی گئی ہے، اور اب کی بار ڈاکٹر موریس کی بات اگر مان لی جائے تو بات کافی حد تک کلیئر ہوجاتی کہ اٹھایا ایک فرعون کی بیوی نے تھا، اور پالا (اُسی یا دوسرے) فرعون کی بیٹی نے۔ اس طرح قرآن کی آیات سے، بائیبل و تاریخ کا معاہدہ ہوجاتا ہے۔

🕮 حضرت موسٰی علیہ السلام کی زندگی میں چند خواتین کا بڑا مرکزی کردار رہا ہے:

1. والدہ
2. فرعون کی بیوی (وہ والدہ جس نے پالا)
3. حضرت موسٰی کی اہلیہ

(تفسیر نور)

✎ اس مناسبت سے نبی اکرم کی زندگی میں بھی تین خواتین کا اہم کردار ہے۔

1. والدہ جس نے پالا (فاطمہ بنت اسد)

(اگرچہ حقیقی والدہ کا بے حد احترام ہے، پر چونکہ وہ جلد وفات پاگئی تھی۔ اس لیے وہ والدہ جس نے ان کو ساری زندگی اپنا بیٹا سمجھ کر پالا، کہ اپنے سینے سے لگا کر سلایا، اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلایا، نہلایا دھلایا، اور بیماری میں

تیمارداری کی، دنیاوی خدمات کے طور پر ان کا نام زیادہ اہمیت کے حامل ہے، اور نبی اکرمﷺ کی زبانی ان کی شان میں کئی روایات نقل ہیں۔)

2. پہلی اہلیہ (بیبی خدیجۃ الکبرٰی)

(کہ ان کی موجودگی میں نبی اکرمﷺ نے کبھی دوسری شادی نہیں کی۔ ان کی دولت سے اسلام کو نصرت نصیب ہوئی۔ اور ان ہی کے بطن سے نبی اکرمﷺ اور بیٹے اور اکلوتی بیٹی – بیبی فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا پیدا ہوئی، کہ جس کی شان میں سورۃ کوثر نازل ہوئی۔ (ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا کیا... اور آپ کا دشمن ہی بے اولاد رہے گا۔))

3. نبی اکرم کی اکلوتی بیٹی (فاطمہ زہراء)

(ان کی شان میں سورہ کوثر کے علاوہ، بہت روایات نقل ہیں، کہ جس نے ان کو رنج پہنچایا مجھے رنج پہنچایا (بخاری، 3767)۔ اور جب آپ آتی تھیں، تو نبی اکرمﷺ خود کھڑے ہوجایا کرتے تھے۔ کہ آپ جنت کی عورتوں کے سردار ہیں۔ کہ آپ کے بطن سے سید شباب الجنۃ پیدا ہوئے – حسن و حسین علیہم السلام۔ اور بیبی زینبؑ جو اپنے آپ میں ایک مثالی کردار ہیں۔)

✎ **اسلامی روایات میں میں چار عورتوں کا ذکر ہے جو قابلِ احترام ہیں۔**

1. بیبی آسیہ
2. بیبی مریم
3. بیبی خدیجۃ الکبرٰی
4. بیبی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ زَنْجُوَيْهِ، قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، رضى الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ " حَسْبُكَ مِنْ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ مَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ وَخَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَآسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ " . قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ .

that the Prophet (SAW) said: "Sufficient for you among the women of mankind are Mariam bint 'Imran, Khadijah bint Khuwailid, Fatimah bint Muhammad and Asiyah the wife of Fir'awn." (ترمذی، 3878#)

4-23 Suleiman ibn Ahmad ibn Ayoob al-Lakhmy narrated that Ali ibn Abdul Aziz quoted Hijaj ibn al-Minhal, on the authority of Davood ibn Abil Forat al-Kindi, on the authority of Al-ba'e ibn Ahmar, on the authority of Akrama, on the authority of Ibn Abbas , "God's Prophet (MGB) drew four lines on the ground and said, 'The four best women in Paradise are the following: Mary - the daughter of Imran; Khadijah - the daughter of Khuwaylid ; Fatimah - the daughter of Muhammad; and Asia - the daughter of Muzahim and the wife of Pharaoh." (خصال)

اس حدیث میں 2 عورتیں پچھلی امتوں میں سے ہیں، اور 2 اس امت میں سے۔

(یعنی جو کچھ پچھلی امتوں میں ہوا، اس امت میں ہوکر رہے گا، کے تحت بات مکمل ہوئی)

10- وَ اَصۡبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوۡسٰی فٰرِغًا ؕ اِنۡ کَادَتۡ لَتُبۡدِیۡ بِہٖ لَوۡ لَاۤ اَنۡ رَّبَطۡنَا عَلٰی قَلۡبِہَا لِتَکُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۰﴾

اور ادھر مادر موسیٰ کا دل بے قرار ہو گیا، قریب تھا کہ وہ یہ راز فاش کر دیتیں اگر ہم نے ان کے دل کو مضبوط نہ کیا ہوتا، تاکہ وہ ایمان رکھنے والوں میں سے ہو جائیں۔
(بلاغ القرآن)

بچے کو حوالہ دریا کرنے کا حکم اللہ کی طرف سے ہونے کے باوجود پریشان ہونا قدرتی بات ہے اور ماں کی مامتا کا تقاضا ہے۔
(کوثر)

11۔ وَ قَالَتۡ لِاُخۡتِهٖ قُصِّيۡهِ ۫ فَبَصُرَتۡ بِهٖ عَنۡ جُنُبٍ وَّ هُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۱﴾

اور اس نے (موسیٰؑ) کی بہن سے کہا کہ تو اس کے پیچھے پیچھے جا تو وہ اس کو دور سے دیکھتی رہی اور ان لوگوں کو خبر نہیں ہوئی۔
(اسرار احمد+وحیدالدین)

📖 **قُصِّيۡهِ:(ق ص ص) القص کے معنی نشان قدم پر چلنے کے ہیں۔ حالات بیان کرنے کو بھی قصہ اسی لیے کہتے ہیں کہ اس میں بھی صاحب قصہ کا تعاقب کیا جاتا ہے۔**

جُنُبٍ: (ج ن ب) جنب دور کے معنوں میں ہے۔ اجنبی کے معنی ہیں مجھے دور رکھو۔ (کوثر)

12۔ وَ حَرَّمۡنَا عَلَيۡهِ الۡمَرَاضِعَ مِنۡ قَبۡلُ فَقَالَتۡ هَلۡ اَدُلُّكُمۡ عَلٰۤى اَهۡلِ بَيۡتٍ يَّكۡفُلُوۡنَهٗ لَكُمۡ وَ هُمۡ لَهٗ نٰصِحُوۡنَ ﴿۱۲﴾

اور ہم نے موسیٰ پر دائیوں کا دودھ پہلے سے حرام کر دیا تھا، چنانچہ موسیٰ کی بہن نے کہا: کیا میں تمہیں ایک ایسے گھرانے کا پتہ بتا دوں جو اس بچے کو تمہارے لیے پالیں اور وہ اس کے خیرخواہ بھی ہوں؟
(بلاغ القرآن)

جب تمہاری بہن چلتی جا رہی تھی تو اس نے کہا : کیا میں تمہیں بتاؤں اس (خاندان) کے بارے میں جو اس کی کفالت کرے تو یوں ہم نے لوٹا دیا تمہیں تمہاری والدہ کی طرف تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی رہے اور وہ غم نہ کھائے۔- (طٰہ، 20:40)

✎ **قصص میں عموماً قرآن صرف کام کی بات بولتا ہے، باقی چیزیں حذف کردیتا ہے۔ پر اس واقعہ میں ایسی کیا خاص بات تھی جس کی وجہ سے اس بات ذکر کرنا ضروری سمجھا گیا؟**

مفسر کوثر لکھتے ہیں:

📖 بچے کی روحانی نشوو نما میں دودھ کا اثر ہوتا ہے۔ (کوثر)

✎ جب ماں کی غذا کسی بچے کے لیے، خصوصاً کسی رسول کے لیے اتنی خاص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوسروں کا دودھ ہی اس پر "حرام" کردیا۔ تو پھر نبی اکرمﷺ کے بارے میں یہ بات کیسے بولی جاتی کہ انہوں نے دائی حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا؟

✎ اور ویسے بھی "یہ رسول موسٰی جیسا" اور "جو کچھ پچھلی امتوں میں ہوا..." کے تحت یہ بات مکمل نہیں ہوسکتی اگر نبی اکرم دائیوں کا دودھ پی لیں۔
اس لیے بات یہی ہے کہ، شاید پیش کش کی گئی ہوگی بیبی حلیمہ سعدیہﷺ کی طرف سے پر نبی اکرمﷺ نے نہیں پیا ہوگا۔ (واللہ اعلم)

✎ باقی شہر سے دور دیہاتی علائقہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رہنے ضرور گئے ہوں گے، لیکن اس عمر میں جب وہ تھوڑے دوڑ دھوپ کی عمر کو پہنچ گئے ہوں۔

13۔ فَرَدَدۡنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَىۡ تَقَرَّ عَيۡنُهَا وَ لَا تَحۡزَنَ وَ لِتَعۡلَمَ اَنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ﴿۱۳٪﴾

(اس طرح) ہم نے ان کو ان کی ماں کے پاس واپس پہنچا دیا تاکہ ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہو جائے اور غم نہ کرے اور یہ جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہوتا ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔
(بلاغ القرآن*)

جوانِي موسیٰ

14۔ وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ اسۡتَوٰۤی اٰتَیۡنٰهُ حُکۡمًا وَّ عِلۡمًا ؕ وَ کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۴﴾

اور جب وہ (بچہ) اپنے پورے شباب کو پہنچ گیا اور (قد و قامت) پورا درست ہوگیا تو ہم نے اس کو (خاص) حکمت و علم عطا کیا اور ہم اسی طرح نیکوکاروں کو صلہ دیتے ہیں۔
(حسین نجفی)

- وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ٢٢ (یوسف، 12:22)
- الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ (قصص، 28:26)
- حَتّٰٓي اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً (احقاف، 46:15)
(یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری طاقت کو پہنچا اور چالیس سال کا ہوگیا)
- هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ (غافر، 40:67)
(وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیداکیا،، پھر نطفہ سے، پھر خون کے لوتھڑے سے، پھر وہ تم کو بچے کی شکل میں نکالتا ہے، پھر وہ تم کو بڑھاتا ہے تاکہ تم اپنی پوری طاقت کو پہنچو، پھر تاکہ تم بوڑھے ہوجاؤ)

📖 حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لیے ارشاد ہوا۔ وَ أٰتَیۡنٰہُ الۡحُکۡمَ صَبِیًّا ۔ (۹۱ مریم: ۱۲) اور ہم نے انھیں بچپن ہی سے حکمت عطا کی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گہوارے میں نبوت کے درجہ پر فائز ہونے کا اعلان کیا۔ (کوثر)

✎ اللہ کی حکمت ہے کبھی کوئی چیز پہلے مل جاتی ہے، اور کبھی دیر سے ملتی۔

📖 حکمۃ واقع بینی اور صائب نظری کو کہتے ہیں۔ حکمت کے مقابلے میں خطا اور غلطی آتی ہے۔ انسان کوئی کام حکمت و صواب کے مطابق انجام دے رہا ہوتا ہے تو غلطی و اشتباہ سے محفوظ رہتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو واقع

بینی کی صـــلاحیت دے دی۔ اس صـــلاحیت کے آنے پر علم عنایت فرمایا۔ (کوثر)

✎ حکمت ایک حوالے ســـے آفاقی قانونِ خداوندی کو ســـمجھنا ہے۔ کچھ ایســـے قوانین اس کائنات میں کارِفرما ہیں، جو بغیر کســـی تمیز کے ہر کســـی کے ســـاتھ ہر حال میں ہوکر رہنے ہوتے۔ جیســـے کمال کا زوال، جیسی کرنی ویسی بھرنی وغیرہ...

🕮 واضح رہے حکمت و علم سے مراد نبوت نہیں ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام ابھی مبعوث نہیں ہوئے۔ (کوثر)

✎ بایئبل کے حسـاب سـے ان کو 80 سـال میں نبوت کا پیغام ملا تھا یعنی جب burning bush کا واقع پیش آیا ۔ 40 ســـال انہوں نے دربار میں گزارے، 40 سال مدین میں، (80 سال کی عمر میں جب نبوت ملی تو پھر واپس فرعون کے پاس گئے) اور پھر 40 ســـال مزید زندہ رہے، اور کل 120 سال کی عمر پائی۔

✎ مسلمان تاریخدانوں نے اس پر اتنی گہرائی سے ریسرچ نہیں کی کہ جب حضرت موسٰیؑ مصر سے بھاگے تھے تو ان کی عمر کتنی تھی؟ اور عموماً ایســـے معاملات میں ہمیں اســـرائیلیات ســـے ہی مدد لینی پڑتی، کہ یہ باتیں جاننے کے لیے ہمارے پاس قرآن و حدیث کے علاوہ اور کوئی ماخذ نہیں ہے۔ (کہ یہاں ســـے اگر کچھ واضح نہیں ہوتا تو پھر اسرائیلیات کی طرف مجبوراً جانا پڑتا)

اگر مصر سے نکلتے وقت، 40 سال عمر اگر کائونٹ کریں، تو مدین میں کتنا عرصہ رہے؟ یہاں مسلمان مفکرین نے زیادہ سے زیادہ 10 سال کا عرصہ کائونٹ کیا ہے۔ (یعنی وہ عرصہ جو ان کے سُہرے نے شادی کی شرط رکھی تھی۔)
پر ظاہر ہے یہ حتمی نہیں کہ وہ شادی کر کے فورا نکل لیے ہوں۔ یہ 8 /10 سال والی شرط تو صرف شادی کے لیے تھی، اور چونکہ حضرت شعیبؑ کو غالبا کوئی نرینہ اولاد نہ تھی (تبھی یہ دونوں بہنوں کنویں پر خود پانی بھرنے جاتی ہیں،) اس لیے حضرت شعیب کو اس بات پر کوئی اعتراض نہ ہوگا کہ وہ اگر مزید کچھ سال وہیں رہ لیں۔ ویسے بھی حضرت موسٰی کو جانا بھی کہا تھا؟ واللہ اعلم
بات یہ بھی ہے کہ موسٰی کے دور کے فرعون کو ممکنا Ramses II کہا گیا ہے۔ اور اس کی عمر 90 یا 96 سال تھی۔ (اگر یہ وہی فرعون تھا جو بیٹے کے طور پر موسٰی کے ساتھ پلہ بڑھا تھا تو پھر حضرت موسٰی کی عمر میں 120 سال ممکنا درست ہوسکتی)

دوسری بات: جب حضرت موسٰی علیہ السلام نے جب "درخت میں آگ" دیکھی تھی، تو وہ کہاں جارہے تھے؟ کیا وہ واقعی کہیں جا رہے تھے؟
اب مسلمان مفکرین نے تو یہی لکھا ہے کہ وہ مدین کے 10 سال پورے کرکے شادی کرکے واپس مصر جارہے تھے۔
وہ اگر کہیں جا بھی رہے تھے تو، وہ کسی بھی حال میں مصر نہیں ہوسکتا، کیونکہ اللہ تعالٰی جب کلام کر کے ان کو کہتے ہیں

کہ مصر جائو فرعون کے پاس، تو وہ کہتے ہیں کہ ہارون کو بھیجیے اور میرا تو ایک گناہ بھی ہے ان کے اوپر.

اور مصر میں تو ویسے بھی بنی اسرائیلیوں کا حال اچھا نہ تھا، کہ بیٹوں کو ذبح کردیتے تھے، اور بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے. تو کیسے اس اچھی بھلی زندگی کو چھوڑ چھاڑ کر واپس اس تکلیف دہ ماحول میں جائیں گے جہاں ان کی جان کو بھی خطرہ ہو، اور بیٹوں کو بھی ذبح کرتیں ہوں.

بہرحال بہتر خیال یہی ہے کہ وہ مدین میں ہی رہائش پذیر تھے، پر جیسا کہ وہ پروفیشنلی اب بکریاں چراتے تھے، تو اس کام میں کبھی کبھار دور دور تک نکل آتے تھے، کہ گھر سے بعض اوقات کئی راتیں باہر ہی بسر کرنی پڑتی تھیں. اس لیے شادی کے بعد بھی ان کی یہی پرکٹس رہی ہوگی، پر اب کی بار بیوی بچے بھی ساتھ اٹھا لیتے تھے.

📖 حکمت، علم پر مقدم ہے. "حکما و علما" (تفسیر نور)

✎ کہ "علم" سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے. زیادہ سیکھنا، زیادہ پڑھنا،زیادہ اسٹڈی کرنا، زیادہ علم حاصل کرنا.

اور "حکمت" غور و فکر سے حاصل ہوتی ہے. کہ علم کی کڑیوں کا آپس میں ملا کر ایک معنیٰ خیز نتیجہ پر پہنچنا. universal laws کو سمجھنے کی کوشش کرنا، ہر چیز کی علت و اسباب کا پتہ لگا کر اس کے ابتداء و انتہا کی حقیقت معلوم کرنا.

✎ یعنی علم اگر کم بھی ہو پر حکمت کے تحت ہو اور کارآمد ہو، تو وہ زیادہ مستفید اس علم سے حجم میں زیادہ ہو پر بے حکمت اور بے عمل ہو.

جن لوگوں (کے سر) پر تورات لدوائی گئی پھر انہوں نے اس (کے بار تعمیل) کو نہ اٹھایا ان کی مثال گدھے کی سی ہے جن پر بڑی بڑی کتابیں لدی ہوں۔ (جمعہ، 62:5)

ہٰذا من شیعته

15۔ وَ دَخَلَ الۡمَدِیۡنَۃَ عَلٰی حِیۡنِ غَفۡلَۃٍ مِّنۡ اَہۡلِہَا فَوَجَدَ فِیۡہَا رَجُلَیۡنِ یَقۡتَتِلٰنِ ٭۫ ہٰذَا مِنۡ شِیۡعَتِہٖ وَ ہٰذَا مِنۡ عَدُوِّہٖ ۚ فَاسۡتَغَاثَہُ الَّذِیۡ مِنۡ شِیۡعَتِہٖ عَلَی الَّذِیۡ مِنۡ عَدُوِّہٖ ۙ فَوَکَزَہٗ مُوۡسٰی فَقَضٰی عَلَیۡہِ ٭۫ قَالَ ہٰذَا مِنۡ عَمَلِ الشَّیۡطٰنِ ؕ اِنَّہٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۵﴾

اور (ایک روز) وہ شہر میں اس وقت داخل ہوئے جب اس کے رہنے والے غفلت (کی نیند) میں تھے، پس پایا انہوں نے دو مردوں کو لڑتے ہوئے، یہ ایک اس کے شیعوں میں سے تھا اور یہ ایک اس کے دشمنوں میں سے، تو جو اس کا شیعه تھا اس نے اپنے دشمن کے مقابلے میں ان کو مدد کے لیے پکارا، تو موسیٰ نے گھونسا مار کر پس اس کی (زندگی) اس پر پوری کردی، (تو) کہا یہ شیطانِ کا عمل تھا، یقیناً وہ کھلم کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے۔

(اظهر)

[11]جب موسیٰ جوان ہوا تو ایک دن وہ گھر سے نکل کر اپنے لوگوں کے پاس گیا جو جبری کام میں مصروف تھے۔ موسیٰ نے دیکھا کہ ایک مصری میرے ایک عبرانی بھائی کو مار رہا ہے۔ [12]موسیٰ نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ جب معلوم ہوا کہ کوئی نہیں دیکھ رہا تو اُس نے مصری کو جان سے مار دیا اور اُسے ریت میں چھپا دیا۔ (خروج، 2:11)

وَاِنَّ مِنۡ شِیۡعَتِہٖ لَاِبۡرٰہِیۡمَ ۘ ۸۳ (صافات، 37:83)

پہلی چیز اس آیت میں غور طلب یہ ہے کہ "ان کے شـیعہ نے ان کو مدد کے لیے پکارا"۔ یعنی حضرت موسٰی علیہ السلام خود اس فائیٹ میں نہیں کود پڑے تھے، پر جب مدد کے لیے پکارا گیا تو پھر انہوں نے مناسب سمجھتے ہوئے مدد کی۔

اگرچہ مُکے سے اسکا کام تمام ہوجانا ایکسیڈینٹلی تھا، جیسا کہ ان کو فوراً إحساس ہوا اور بول پڑے یہ شیطان کے عمل سے تھا۔

دوســری بات: حالانکہ حضــرت موسٰــیؑ فرعون کے دربار میں پرورش پانے والے شخص تھے، اور عرصہ دراز گزر گیا تھا وہاں رہتے ہوئے۔ پر یہاں قرآن کہتا، ایک انکے شـیعوں میں سے تھا، دوسـرا دشمنوں میں سے۔ اب عموماً مفسرین کا خیال اپنی جگہ صحیح ہے کہ شیعہ سے مراد بنی اسرائیلی تھا، اور دشمن سے مصری باشندہ/قبطی تھا۔
یعنی یہ بات ڈھکی چھپی نہیں تھی کہ حضــرت موسٰــی قبطی نہیں بلکہ دوسری "بنی اسرائیلی" قوم سے ہے۔

📖 ایک ضــمنی بات اس مقام پر قابل توجہ یہ بھی ہے کہ، انبیاء اور اہل ولایت کے دوســت کی تعبیر قرآن مجید نے لفظ "شــیعہ" کے سـاتھ کی ہے جس میں مخالفین اکثر کچھ ذم کے پہلو نکالنے کی کوشـش کرتے رہے ہیں مگر قرآنی اصـطلاح کے اعتبار سے وہ قابل فخر لقب ہے اور اس لئے ائمہ ہل بیت علیہم الســلام نے اس پر اپنے شیعوں کو مبارک باد دی ہے۔
(راوی ابوبصـیر عن ابی عبداللہؑ انہ قال لیھتکم الاسـم قال قلت وما لاســم؟ قال "الشــیعۃ" اما ســمعت اللہ ســبحانہ یقول : فاستغاثہ الذی من شیعتہ علی الذی من عدوہ۔ (مجمع البیان)
اس ســے یہ تلخ نتیجہ بھی برآمد ہوتا ہے کہ جســے رســول وآل رسول علیہم السلام کے شیعہ ہونے سے انکار ہو، اسے پھر ان کے "عدو" ہونے کا تمغہ قبول کرنا ہوگا کیوں کہ قرآن نے 'من شـیعتہ' کے مقابل کی صفت 'من عدوہ' قراردی ہے اور کوئی نہیں۔ (فصل الخطاب)

- اس مناسبت سے لفظ "شیعہ"جب قرآن میں چیک کیا گیا تو یہ حیرانگی کے طور پر یہ لفظ اپنی تین حرفی روٹ لیٹرز (ش ی ع) کے ساتھ قرآن میں ٹھیک 12 بار آیا ہے۔
جس میں سب سے زیادہ (ایک ہی سورۃ میں تکرار کے ساتھ) اسی سورۃ قصص میں تین بار آیا ہے۔

- لفظ "امام/ائمہ" بھی 12 بار آیا، اور لفظ "شیعہ/تشیع" بھی 12 بار آیا۔ یہ دونوں لفظ آپس میں لازم و ملزوم ہیں، کہ جیسے کوئی لیڈر بن نہیں سکتا جب تک فالور نہ ہو، اور کوئی شیعہ خود کو کہلا نہیں سکتا جب تک اسکا امام نہ ہو۔
- کل حوالے:

1. انعام، 6:65
2. انعام، 6:159
3. حجر، 15:10
4. مریم، 19:69
5. نور، 24:19 (فعل: تشیع)
6. قصص، 28:4
7. قصص، 28:15
8. قصص، 28:15 (دوسری بار)
9. روم، 30:32
10. سبا، 34:54
11. صافات، 37:83

- حضرت ابراہیم حضرت نوح کے شیعہ تھے (صافات، 37:83)

12. قمر، 54:51

16۔ قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِیۡ فَاغۡفِرۡ لِیۡ فَغَفَرَ لَہٗ ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۶﴾

کہا: میرے رب! میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا پس مجھے معاف فرما، چنانچہ اللہ نے انہیں معاف کر دی، یقینا وہ بڑا معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔
(بلاغ القرآن)

وَٱلَّذِينَ إِذَا فَعَلُواْ فَـٰحِشَةً أَوْ ظَلَمُوٓاْ أَنفُسَهُمْ ذَكَرُواْ ٱللَّهَ فَٱسْتَغْفَرُواْ لِذُنُوبِهِمْ ۗ وَمَن يَغْفِرُ ٱلذُّنُوبَ إِلَّا ٱللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّواْ عَلَىٰ مَا فَعَلُواْ وَهُمْ يَعْلَمُونَ
—سورہ آلِ عمران(3:135)
ترجمہ:
"اور وہ لوگ کہ جب کبھی کوئی بےحیائی کا کام کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر لیتے ہیں، تو اللہ کو یاد کرتے ہیں، اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں — اور اللہ کے سوا کون ہے جو گناہوں کو بخشے؟ — اور وہ اپنے کیے پر اصرار نہیں کرتے، جب کہ وہ جانتے ہیں (کہ غلطی ہوئی ہے)۔"

إِنَّمَا ٱلتَّوْبَةُ عَلَى ٱللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ ٱلسُّوٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ
"توبہ تو اللہ کے ذمے اُن لوگوں کے لیے ہے جو نادانی میں کوئی برائی کر بیٹھتے ہیں، پھر جلدی توبہ کر لیتے ہیں۔"
—سورہ النساء(4:17)

ایک انجانے میں خطا ہوئی تو فوراً معافی مانگ لی۔ یہی سیرت ہے اللہ کے نیک بندوں کی۔ ایک تو وہ جان بوجھ کر کچھ ایسی غلطی کرتے نہیں، اور جانے انجانے میں اگر ہوجائے تو فوراً معافی مانگ لیتے ہیں، اور سجدے میں گر جاتے ہیں۔ (یہ سبق سورہ ص میں تفصیل سے ہے)

17۔ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ فَلَنۡ اَکُوۡنَ ظَہِیۡرًا لِّلۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿۱۷﴾

موسیٰ نے کہا: میرے رب! جس نعمت سے تو نے مجھے نوازا ہے اس کے باعث میں آئندہ کبھی بھی مجرموں کا پشت پناہ نہیں بنوں گا۔
(بلاغ القرآن)

✎ وہ "نعمت" شاید ان کا جسمانی طور مضبوط و مستحکم ہونا تھا، جسکا انکو خود اس سے پہلے شاید اندازہ نہ تھا کہ ان کے ایک punch سے بندہ knockout ہوسکتا ہے۔ جس بات کا اشارہ قرآن نے چند آیات پیچھے دیا "اشدہ و استوٰی" (آیت 14)

اور بائیبل کہتا ہے:

📖 Moses was a hundred and twenty years old when he died, yet his eyes were not weak nor his strength gone. (Deuteronomy, 34:7)

18۔ فَاَصۡبَحَ فِی الۡمَدِیۡنَۃِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسۡتَنۡصَرَہٗ بِالۡاَمۡسِ یَسۡتَصۡرِخُہٗ ؕ قَالَ لَہٗ مُوۡسٰۤی اِنَّکَ لَغَوِیٌّ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۸﴾

پس (موسیٰ علیہ السلام) نے شہر میں ڈرتے ہوئے صبح کی اس انتظار میں (کہ اب کیا ہوگا؟) تو دفعتًہ وہی شخص جس نے کل مدد طلب کی تھی ان کو مدد کے لیے پکار رہا تھا تو موسیٰ (علیہ السلام) نے اس سے کہا: بیشک تو ہی صریح گمراہ ہے۔

(اظھر)

[13]اگلے دن بھی موسیٰ گھر سے نکلا۔ اِس دفعہ دو عبرانی مرد آپس میں لڑ رہے تھے۔ جو غلطی پر تھا اُس سے موسیٰ نے پوچھا، ”تم اپنے بھائی کو کیوں مار رہے ہو؟[14] “آدمی نے جواب دیا، ”کس نے آپ کو ہم پر حکمران اور قاضی مقرر کیا ہے؟ کیا آپ مجھے بھی قتل کرنا چاہتے ہیں جس طرح مصری کو مار ڈالا تھا؟“ تب موسیٰ ڈر گیا۔ اُس نے سوچا، ”ہائے، میرا بھید کھل گیا ہے!“ (خروج، 2:13)

📖 رَقَبَ۔ یَرْقُبُ ۔ کے معنی انتظار کرنا ،اور حفاظت و نگہداشت کرنا، دونوں آتے ہیں۔ (لغات القران)

📖 پھر وہ شہر میں ڈرتے ہوئے خطرہ بھانپنے کی حالت میں ہو گئے۔ اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام قصر فرعون میں نہیں ہیں۔ (کوثر)

✎ (غالبا) فرعون کی سلطنت میں کئی شہر آتے تھے، اور حضرت موسٰیؑ کیپیٹل سے تھوڑا دور کسی دوسرے شہر میں داخل ہوئے اور وہاں یہ ماجرا ہوا، اور پھر اس لیے وہیں رات خوف کے عالم میں گزاری...

ایک تو ان کے ہاتھوں ایک بندہ قتل ہوگیا، اسکا خوف، دوسرا اب اسکا یہ لوگ کیا رد عمل کریں گے اسکا خوف.

19۔ فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ یَّبْطِشَ بِالَّذِیْ ہُوَ عَدُوٌّ لَّہُمَا ۙ قَالَ یٰمُوْسٰۤی اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ کَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ٭ۖ اِنْ تُرِیْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَکُوْنَ جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ وَ مَا تُرِیْدُ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾

پس جب انہوں نے ارادہ کیا اُسے پکڑنے کا جو دونوں کا دشمن تھا، اُس نے کہا اے موسٰی کیا تو مجھے بھی اس طرح قتل کرنا چاہتا ہے جس طرح کل ایک جان کو قتل کرڈالا؟ کہ تم زمین میں جبار بن کر رہنا چاہتے ہو اور نہیں چاہتے کہ مصلحین بن کر رہو؟

(اظهر)

✎ یہ بات تھوڑی عجیب سی محسوس ہوتی کہ حضرت موسٰی علیہ السلام خود یہ بات بولنے کے باوجود کہ "تو ہی صریح گمراہ ہے"، آج پھر اُسی اُس گمراہ کی مدد کرنے کے لیے کیوں آمادہ ہوگئے؟

🕮 جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس قبطی پر حملہ کرنا چاہا. یہ قبطی ان دونوں اسرائیلیوں کا دشمن تھا اور اسرائیلی کو اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فسادی کہا لیکن وہ تھا تو مظلوم. اس وجہ سے اس کے دفاع کے لیے آگے بڑھنا ایک فطری امر تھا. (کوثر)

✎ دوســری بات: کل کی دعا حضــرت موسٰــیؑ کی کہ "مجرموں کا پشــت پناہ نہیں بنوں گا۔" کو مدِ نظر رکھتے ہوئے... وہ کســی بھی "مجرم" کی پُشـــت پناہی کے لیے آگے نہیں بڑھے۔ قرآن کے الفاظ واضح بولتے ہیں "انہوں نے ارادہ کیا پکڑنے کا ..." یعنی یہ "پکڑنا" صــرف لڑائی کو مصـــلح بن کر ختم کرنا تھا۔ (ممکن ہے قبطی کے ہاتھ می کوئی ہنٹر یا ڈنڈا ہو جو لڑائی میں اســـرائیلی کو مار رہے ہوں، اور حضرت موسٰی اس کا "ہاتھ پکڑنے" کے لیے آگے بڑھے ہوں صرف اس کو روکنے کے لیے۔)

اس لیے اب کی بار وہ صـــرف "مصـــلح" بن کر آگے بڑھے، لڑائی روکنے کے لیے۔

✎ اور دوسری بات ظلم ہوتا دیکھ کر اس سے کنارہ کش ہونا، زبان و ہاتھ سے روکتھام نہ کرنا، خود ایک ظلم ہے۔ اس لیے جب دوسری بار حضــرت موسٰــی کو پکارا گیا، تو انکو اب آگے بڑھنا ہی تھا۔ وہ کنارہ کش ہوکر نکل جاتے، یہ کہتے ہوئے کہ خود جانو میرا کیا۔ یہ نـــامـــنـــاســـب بـــات ہـــوتـــی۔

اگرچہ حضــرت موسٰــی اس کی طرف بڑھے جو دونوں کا دشــمن تھا۔ یعنی تیسری شخص /قبطی کی طرف۔ کیونکہ ممکن ہے وہ قبطی جسمانی طور پر زیادہ طاقتور ہو، اور اسکے ہاتھ میں کوئی آلہ بھی ہو جس سے اسرائیلی کو مار رہا ہو۔ اس لیے جب ایسی نوبت آتی ہے تو بندہ لڑائی روکنے کے لیے اســـی کی طرف آگے بڑھتا ہے جو ظاہراً حاوی ہوتا دکھائی دیتا ہے، جو مار رہا ہوتا ہے۔ (اگر یہ اسرائیلی حاوی ہوتا تو یہ مدد کے لیے نہیں پکارتا۔)

📖 اس قبطی نے کہا: اے موسیٰ! کیا تم مجھے اسی طرح قتل کرنا چاہتے ہو جس طرح کل ایک شخص کو قتل کیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے گزشتہ روز کے قتل کی خبر شہر میں پھیل گئی تھی ... حضرت موسیٰ علیہ السلام اسرائیلی پر نہیں، قبطی پر حملہ کرنا چاہتے تھے اور قبطی ہی عَدُوٌّ لَّہُمَا ان دونوں (موسیٰ علیہ السلام اور اسرائیلی) کا دشمن تھا۔ اسرائیلی تو صرف قبطی کا دشمن تھا، دونوں کا دشمن نہیں تھا۔ (کوثر)

✏ کل کی لڑائی میں اللہ تعالیٰ نے ایک کو "شیعہ" کا لقب دیا، یعنی جو اس کی قوم میں سے تھے، اس کے دوستوں میں سے تھا، اس کے پیروکاروں میں سے تھا۔ یعنی نسلی اعتبار سے ان کا شیعوں میں سے تھا۔ (کیونکہ ذاتی طور حضرت موسٰی علیہ السلام (غالباً) دونوں کو نہیں جانتے تھے۔ اور اسرائیلی نے مدد کے لیے اسی لیے پکارا کہ وہ سمجھتا تھا کہ یہ ہماری ہی قوم قبیلے کا ہے۔)۔

اور دوسرے شخص کو "عدو" کا لقب دیا، یعنی دشمن۔ اور دشمن بھی (غالباً) نسلی اعتبار سے کہا (کہ وہ انکا ذاتی دشمن نہیں تھا)... پر وہاں دو قومیں رہ رہی تھی ایک اسرائیلی دوسرے قبطی (مصری)، اور دونوں ایک دوسرے کی دشمن بن چکی تھے، ایک قوم/نسل امیر تھی، دوسری غریب، ایک پاور میں تھی اور دوسری محکوم، ایک اختیارات کا غلط استعمال کر رہی تھی،ظلم کر کے (کہ بچوں کو مار دیتے تھے، اور عورتوں کو زندہ رکھتے

تھے)، اور دوسری کو مجبوراً یہ سب سہنا پڑتا تھا برداشت کرنا پڑتا تھا، وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے کہ وہ مظلوم تھے۔

آج دوسرے دن کی لڑائی میں بھی حضرت موسٰیؑ اس کی طرف بڑھے جو "دونوں کا دشمن تھا" (عَدُوٌّ لَّهُمَا)۔ یہاں بھی دشمنی کا معیار وہی ہوگا، جس بنیاد پر اللہ نے کل کا معیار قائم کیا کہ ایک کو شیعہ کہا اور دوسرے کو دشمن۔
(یہ بھی ایک باریک بینی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ "شیعہ" استعمال کیا "دوست/اصحاب" استعمال نہیں کیا۔ کہ دوست کسی بھی قوم قبیلے کا ہوسکتا ہے، اور آج دوست ہے تو کل دشمن بھی بن سکتا ہے۔ پر شیعہ میں یہ پہلو غالباً بعید بن جاتا۔ کہ شیعہ بھلے گمراہ ہی کیوں نہ ہو پر دشمنی نہیں کرتا۔)
جب کل، "شیعہ" اور "عدو" کا اطلاق ایک مخصوص معیار کی بنیاد پر ہوا (یعنی نسلی/قومی معیار پر)۔ تو آج بھی "عدولھما" میں وہی معیار رہے گا۔

? یہاں کچھ لوگوں نے یہ خیال کہ دوسرے دن، حضرت موسٰی "دوسرے" شخص کی مدد کے لیے آگے بڑھے، "شیعہ" کے برخلاف۔ اور اسی وجہ سے یہ جملہ "کیا تم مجھے اس طرح قتل کرنا چاہتے ہو جس طرح کل ایک شخص کو کیا۔" "شیعہ" نے بولا کہ (غالبا اس بنیاد پر کہ یہ بات صرف ایک موسٰی کو پتہ تھی، دوسرا اس شیعہ کو)

✎ کچھ یہی تاویل ڈاکٹر اسرار احمد نے بھی کی ہے:

📖 حضرت موسیٰ علیہ السلام آگے تو بڑھے تھے اس قبطی کو پکڑنے کے لیے تاکہ اسے اپنے اسرائیلی بھائی کو مارنے سے روک سکیں' لیکن چونکہ آپ علیہ السلام کے غصے کا رخ اسرائیلی کی طرف تھا اور اس کو سختی سے ڈانٹتے ہوئے آپ علیہ السلام نے اِنَّکَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ کہا تھا' اس لیے وہ سمجھا کہ آپ علیہ السلام اس کی پٹائی کرنا چاہتے ہیں' چناچہ : قَالَ یٰمُوْسٰٓی اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ کَمَا قَتَلْتَ نَفْسًام بالْاَمْسِق " گویا اس نے اپنی حماقت سے بھانڈا ہی پھوڑ دیا کہ کل والا قتل موسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا۔ وَمَا تُرِیْدُ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ " گویا اس مکالمے سے اس اسرائیلی نے ثابت کردیا کہ وہ خود ایک منفی سوچ کا حامل اور گھٹیا کردار کا مالک شخص تھا۔ (ڈاکٹر اسرار احمد)

✎ پر یہ درست نہیں ہوسکتی:

1. اس لیے کہ یہ بات شہر میں راتوں رات کسی طریقے سے پھیل گئی تھی۔ جیسا کہ اگلی آیت میں بات آئے گی۔ کہ شہر کے دور سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا۔
2. اور اس لیے کہ آیت نے لفظ استعمال کیا "عَدُوٌّ لَّہُمَا" جو دونوں کا دشمن تھا۔ اب "عدو" جس ڈفینیشن میں کل تھا، اُسی ڈفینیش میں آج بھی ہوگا۔

✎ "حضرت موسٰیؑ جس کی طرف بڑھے یہ جملہ اُسی نے کہا۔ اگر وہ اسرائیلی کو پکڑنے کے لیے بڑھے ہوتے تو اسرائیلی نے کہا، اور

اگر وہ قبطی کی طرف بڑھے تو قبطی ہی نے کہا۔ (یہ "لگا" والی بات تو پھر ہم ناسمجھ کی وجہ سے کھینچ تان کر کر رہے۔)

اب لفظ "عَدُوٌّ لَّهُمَا" کو داخل کریں تو: اب اگر وہ اسرائیلی کی طرف بڑھے، تو اللہ نے کہا وہ اس کی طرف بڑھے جو دونوں کا دشمن تھا۔ دونوں لڑنے والے شخص تو ایک دوسرے کے دشمن ٹھرے، باقی رہ جاتا حضرت موسٰی کی دشمن کون تھا؟ کہ جو حضرت موسٰی کا دشمن ہوگا، موسٰی علیہ السلام اُسی کی طرف بڑھے۔

کل والی بات (اور آیت 15) کی کی روشنی میں اللہ نے تعارف کروادیا کہ یہ شخص اسکا شیعہ تھا، اور دوسرا دشمن تھا۔

تو آج بھی یہ شیعہ تو وہی same شخص ہے، اور دوسرا دوسری قوم سے ہے تو وہ ہی حضرت موسٰی کا دشمن بھی ہے۔ جیسے کل بھی اسی مناسبت سے تیسرا شخص حضرت موسٰی کا دشمن تھا۔

- اور حقیقت میں اس کی ایک اور دلیل خود قرآن کی اسی آیت میں مل جاتا ہے کہ آگے کے الفاظ ہیں:
- "تم زمین میں جبار بن کر رہنا چاہتے ہو اور اصلاح کرنا نہیں چاہتے؟"

یہ جملہ ایک قبطی کا کہنے زیادہ مناسب لگتا ہے ایک مظلوم قوم کے کسی فرد کا نہیں۔

یعنی (حضرت موسٰی اسے کہہ سکتے تھے) ایک تو تم خود مار کھا رہے ہو، پِس رہے ہو، مر رہے ہو، اوپر سے تمہاری کل مدد بھی کی، یعنی تمہارے طرف سے تمہاری اصلاح کی گئی۔ (اور ایسی

شدید مدد کہ دوسرا بندہ جان سے مر گیا) اور آج اوپر سے میرے اوپر الزام لگا رہے کہ میں جبار بن رہا ہوں۔ اور تم نے جو روز روز لڑائی مول رکھی ہے، یہ کیا ملک میں اصلاح کرنا ہے؟؟
یعنی اسرائیلی اگر ڈر گیا تھا تو، اس طرح کے الفاظ حضرت موسیٰؑ کے خلاف استعمال کرنا جو اب تک فرعون کے محل کے بندے تھے، سے کہنا خود آگ میں پیٹرول ڈالنے کے مترادف تھے۔ وہ پہلے ہی فرعونی کے ہاتھوں مار کھا رہا ہے تو اب دونوں آکر اس کو کوٹتے اور اس طرح حضرت موسٰی کا کل کا گناہ بھی دُھل جاتا۔

اس لیے یہ جملہ قبطی نے کہا، کیونکہ وہ elite قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لیے وہ اس طرح کے جملے بول سکتا تھا۔
دو بندوں کی لڑائی میں غریب کے بجائے اگر امیر کا گریبان پکڑا جائے، تو وہ اگر جانتا ہو کہ جسمانی طور پر میں اسکا مقابلہ نہیں کرسکتا پر وہ دو تین جملے ضرور کس دیتا ہے کہ یا تو مجھے بھی جان سے ماردو جیسے کل مارا تھا، ورنہ زمین میں تم ہی فساد پھیلاتے پھر رہے ہو، اور یہ بھانڈا تمہارا میں ضرور پھوڑ کر رکھوں گا۔

- " پس جب انہوں نے ارادہ کیا اُسے پکڑنے کا جو دونوں کا دشمن تھا، اُس نے کہا اے موسٰی کیا تو مجھے بھی اس طرح قتل کرنا چاہتا ہے جس طرح کل ایک جان کو قتل کرڈالا؟ کہ تم زمین میں جبار بن کر رہنا چاہتے ہو اور نہیں چاہتے کہ مصلحین بن کر رہو؟

آخری سوال بس یہی رہ جاتا کہ، راتوں رات اس قبطی کو پتہ کیسے چلا کہ رات کو قتل کس نے کیا؟

اب سوال کا اصل جواب تو یہی ہے کہ اگر ہمیں کسی چیز کا علم نہیں دیا گیا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کوہ وہ ہوا بھی نہیں. (ہمیں یہ نہیں بتایا گیا کہ آدم کے بیٹوں کی شادیاں کس سے ہوئی تھی، پر اس بات کی لاعلمی اس بات کی دلیل نہیں بنتی کہ شادیوں ہوئی ہی نہیں تھیں.)

اس لیے یہاں بھی راتوں رات کیسے پتا چلا کی معلومات نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں بنتی کہ راتوں رات پتہ چل ہی نہیں سکتا.

اگرچہ اسرائیلیات، تاریخ اور عقل کی روشنی میں تصویر کشی کی جاسکتی، پر ایک چیز اگر ممکنات میں سے ہے تو خام خیالی فضول ہے. پر پھر بھی اگر آپ سننا چاہیں تو ذیل میں اپنے خیال کے تحت درج کیا جارہا.

یہ شہر Pi-Ramses کے نام سے بائبل میں مذکور ہے، جو ایک نیا شہر تعمیر کیا جا رہا تھا، جو اپنے کیپیٹل Memphis سے کوئی 100+ کلومیٹر دوری پر نچلے مصر میں، موجودہ "القنطرہ شرق" کے قریب کہیں واقع تھا.

چونکہ یہ ایک نیا شہر تعمیر ہورہا تھا، اس لیے مزدوری کے لیے بنی اسرائیلی بھی یہاں وافر مقدار میں موجود تھے، اور ان سے کام کروانے کے لیے مصری کارندے/پولیس/ سپاہی وغیرہ بھی موجود تھے.

حضرت موسٰی علیہ السلام کسی اور طرف گئے ہوئے تھے، پر واپسی میں رات ہوگئی جب وہ اس شہر میں پہنچے.

مصـــری فوجی/گارڈ دو دو کی جوڑی میں ڈیوٹی کرتے تھے۔ پھر کچھ اس طرح ہوا کہ کســـی موقع پر ایک گارڈ کع رفع حاجت کے لیے جانا پڑا، (پرانے زمانے میں پبلک ٹوائلٹ کا کوئ خاص اہتمام نہیں ہوتا تھا) اس لیے وہ زیادہ دور نہیں گیا تھا، اور جہاں گیا تھا وہاں ســـے اپنے ساتھی کی آواز سن سکتا تھا، یا ممکن ہے کچھ دیکھ بھی سکتا ہو۔

اسی اثنا میں ایک بنی اسرائیلی کا وہاں سے گزر ہوا۔ گارڈ نے روک کر اس ســـے پوچھ گچھ شـــروع کی، پر دونوں کی بنی نہیں تو ہاتھا پائی شـروع ہوگئی۔ اتفاق سے حضـرت موسٰـی بھی عین اُسـی ٹائیم وہاں سے گزرے تو اس "شیعہ" نے پکار کر مدد کے لیے بلا لیا۔ تب تک دوسر گارڈ جو رفع حاجت کے لیے گیا ہوا تھا، اس کو دور ســـے کچھ آوازیں آرہی تھی، اس نے واپســـی کی دوڑ لگائی، پر جب پہنچا تھا دیکھا کہ اس کا ساتھی مر چکا ہے۔ بہرحال اس نے کچھ سنا، کچھ دیکھا تو بات کو سمجھ گیا۔

صـبح ہوتے ہی، اس سـپاہی نے اس اسـرائیلی کو شـک کی نگاہ سـے دیکھا، یا شاید بلا کر کچھ سختی سے پرسش کی تو اس اسرائیلی نے دوبارہ اس پر حملہ کردیا... یعنی اس کے شـــک کو اس نے خود ســـے یقین میں بدل دیا۔ اور اس وقت جب دونوں کی ہاتھا پائی چل رہی تھی تو حضرت موسٰی علیہ السلام بھی سامنے سے آگئے، اور اس نے اس کو مدد کے لیے دوبارہ پکار لیا... جب اس نے مدد کے لیے پکارا... اور حضـــرت موسٰـــی نے بھی اس کو ڈانٹا کہ "بے شـــک تو ہی صـــریح گمراہ ہے۔" ... تو سپاہی نے وہیں بھانپ لیا کہ فرعون کے کسی سپاہی کو قتل کرنا کسی عام اسرائیلی کا کام نہیں کہ اپنی جان جوکھے میں ڈالے... یقیناً رات کو بھی حضـرت موسٰـی کی مدد سے ہی دونوں نے

اس کے ســـاتھی کو قتل کیا ہے۔ (کیونکہ آثار بتا رہے ہیں، کہ رات کو انہوں نے میرا ســاتھی مار دیا، اور اب صــبح میرا ســاتھ لڑائی کر رہے ہیں) یہ بات ســمجھتے ہوئے اس ســپاہی نے یہ بات اس طرح بول دی کہ "تم مجھے بھی اس طرح قتل کرنا چاہتے ہو جس طرح کل ایک جان کو قتل کیا تھا؟ اور ملک میں فســـاد پھیلاتے پھر رہے ہو کہ جس کو چاہے مارڈالو اور اصلاح کرنے والے نہیں بنتے؟!"

بس یہ سنتے حضرت موسٰی علیہ السلام نے تو اس سے ہاتھ کھینچ لیا۔

اور یہی شـخص یہاں سـے بھاگ کر فرعون کے دربار پہنچا، اور پورے واقعے کو مرچ مصـالحہ لگا کر فرعون کے سـامنے بیان کیا کہ موسٰـی باغی ہوچکا ہے، وہ بنی اسرائیلیوں سے مل کر ہمارے بندے مار رہا ہے، کـل بھی انہوں نے فلاں کے بیٹے فلاں کو مـار ڈالا ، اور مجھے پر بھی ایک اسـرائیلی سـے مل کر صبح قاتلانہ حملہ کیا، بڑی مشـکل سـے جان بچا کر میں یہاں پہنچا ہوں۔

فرعون کے دربار میں کچھ لوگ پہلے ہی حضـرت موسٰـیؑ سـے بغض رکھتے تھے۔ بلکہ عین ممکن ہے یہ نوجوان فرعون ہی شروع سے حسد رکھتا ہو، انہوں نے اس واقعے کو غنیمت ســمجھ کر آگ میں اور تیل چھڑک دیا۔۔۔ کہ یہ تو بندہ ہے ہی فسادی، ہمیں تو پہلے دن سے اس پر شـــک تھا۔ یہ ہمارے محل میں رہتے ہوئے ہمارے ہی لوگوں کے خلاف بنی اسرائیلیوں کو تیار کر رہا، ہم سکون سے نہیں بیٹھے گیں جب تک اس کو سولی پر نہ چڑھا دیں۔

پر دربار میں موسٰـی علیہ السـلام کے کچھ خیر خواہ بھی تھے، ان میں سے ایک شخص نے دوڑ لگائی کہ میں یہ خبر ان تک جلد از جلد پہنچا دوں کہ ان کے خلاف فرعون نے کیا فیصلا لیا ہے۔

(واللہ اعلم)

20۔ وَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنۡ اَقۡصَا الۡمَدِیۡنَۃِ یَسۡعٰی ۫ قَالَ یٰمُوۡسٰۤی اِنَّ الۡمَلَاَ یَاۡتَمِرُوۡنَ بِکَ لِیَقۡتُلُوۡکَ فَاخۡرُجۡ اِنِّیۡ لَکَ مِنَ النّٰصِحِیۡنَ ﴿۲۰﴾

شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا، کہنے لگا: اے موسیٰ! دربار والے تیرے قتل کے مشورے کر رہے ہیں، پس (یہاں سے) نکل جا میں تیرے خیر خواہوں میں سے ہوں۔

(بلاغ القرآن)

- **قرآن قصص کو بیان کرتے ہوئے قصہ گوئی کی طرح ہر ایک چیز کو بیان نہیں کرتا، بلکہ صرف کام کی بات بیان کرتا ہے جو انسان کے عمل و مثبت سوچ کے لیے بہتر ہوسکے۔**

اور ویسے بھی جب انسان کی عقل کامل ہوتی ہے تو وہ ان قصوں سے صرف کام کی بات ہی سننا پسند کرتا ہے، وہ اُن باتوں سے محظوظ نہیں ہوتا جو طولانی ہوں اور ج جن کا عملی طور پر کوئی مقصد نہ ہو۔

- **پر یہ بات بھی سوچنے والی ہے کہ حضرت موسٰی علیہ اسلام جو خود قصرِ فرعون میں رہنے والے شخص تھے، کہنے پر تو وہ پرنس تھے... تو پھر ان کے بارے میں اتنا جلدی فتوٰی کیسے آگیا، یعنی نہ کوئی مقدمہ نہ کوئی بات... کہ پرنس کو بلا کر کم سے کم ایک بار خود ہی پوچھ لیا ہو کہ ہوا کیا تھا؟**

(یا تو پھر ہم یہ اخذ کریں کہ اہلِ دربار والوں کو یہ شروع سے ہی آنکھ کے تنکے کی طرح چبھتے تھے، کہ بس تاڑ میں تھے کہ کوئی بہانہ مل جائے ان کو سائیڈ کردیں۔)

(یہ بات اس لیے ضرور تھی، کہ ڈاکٹر اسرار احمد کے مطابق، فرعون حضرت موسیٰ کو بھائی سمجھتے تھے، ان کے دل میں ان کی محبت تھی۔؟)

📖 فَاخرُج اِنِّی لَکَ مِنَ النّٰصِحِینَ :اس مومن کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تحفظ کا واحد ذریعہ ہجرت تھا۔ فَاخرُج کہہ کر مؤمن ہجرت کا مشورہ دیتا ہے۔ اس مؤمن کا نام روایت میں حزقیل آیا ہے۔ حضرت حزقیل کو یہ شرف اور فضیلت حاصل ہوئی کہ ایک اولوالعزم رسول کو تحفظ فراہم کیا۔ چنانچہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

الصدیقون ثلاثۃ حبیب بن موسی النجار مؤمن آل یاسین و حزقیل مؤمن آل فرعون و علی بن ابی طالب الثالث و ھو افضلھم ۔ (بشارۃ المصطفی ص ۲۰۸)

صدیق تین ہیں۔ حبیب بن موسیٰ نجار مؤمن آل یاسین، حزقیل مؤمن آل فرعون تیسرے علی بن ابی طالب جو ان میں افضل ہیں۔

افضل المرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہجرت کی شب بستر رسولؐ پر سو کر اپنی جان کا نذرانہ دینے والے صدیق کا ان سب صدیقوں سے افضل ہونا قدرتی امر ہے۔ (کوثر)

فخرج منها خائفا يترقب

21۔ فَخَرَجَ مِنۡهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ نَجِّنِىۡ مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۲۱﴾

چنانچہ موسیٰ ڈرتے ہوئے خطرہ بھانپتے ہوئے وہاں سے نکلے، کہنے لگے: اے میرے رب! مجھے قوم ظالمین سے بچا۔
(بلاغ القرآن)

📖 امام حسـین طلب بیعت کے بعد جب مدینہ سـے نکلے ہیں تو آپ اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے اس سـے صـاف ظاہر ہے کہ آپ مدینہ سـے یہ منصـوبہ بنا کر نہیں نکلے تھے کہ آپ کو کوفہ جانا ہے۔ (فصل الخطاب)

ہجرتِ موسٰی/ مدین

22۔ وَ لَمَّا تَوَجَّهَ تِلۡقَآءَ مَدۡیَنَ قَالَ عَسٰی رَبِّیۡۤ اَنۡ یَّهۡدِیَنِیۡ سَوَآءَ السَّبِیۡلِ﴿۲۲﴾

اور جب موسیٰ نے مدین کا رخ کیا تو کہا: امید ہے میرا رب مجھے سیدھے راستے کی ہدایت فرمائے گا۔
(بلاغ القرآن)

وَاِلٰی مَدۡیَنَ اَخَاهُمۡ شُعَیۡبًا۔(اعراف، 7:85)

📖 پہلے حرکت کریں، پھر دعا کریں اور امیدوار رہیں۔ "ولما توجہ... قال عسٰی ربی ان یہدینی۔" (تفسیر نور)

📖 “When you pray, move your feet.”

"جب دعا کرو تو اپنے قدم بھی حرکت میں رکھو۔"

یا

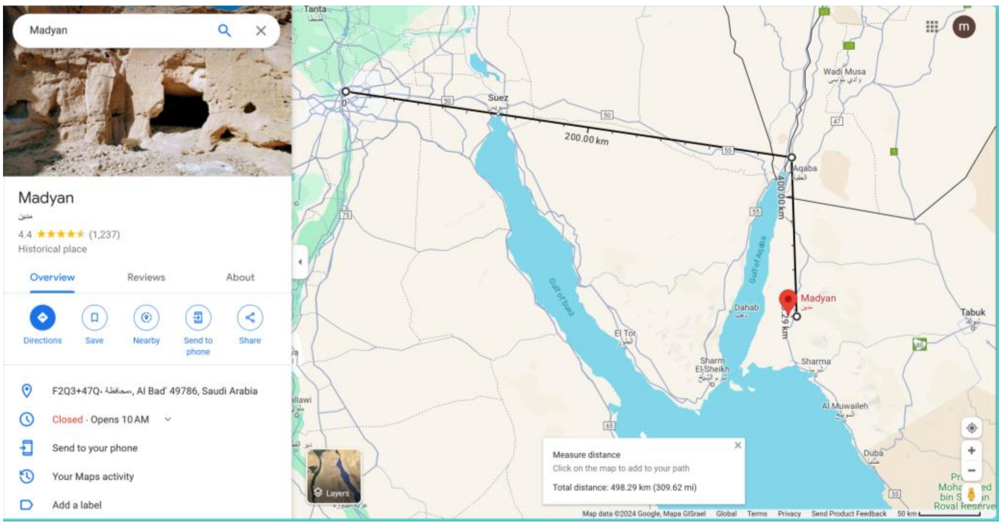
"صرف دعا نہ کرو، کچھ کرو بھی۔"

📖 آیت کے سیاق سے تو یہ عندیہ ملتا ہے کہ حضرت موسـیٰ علیہ السـلام نے قصـداً مـدین کـا رخ کیـا تھـا۔ تَوَجَّہَ رخ کیا تِلۡقَآءَ مَدیَنَ مدین کی جانب۔ کہتے ہیں :مصـر اور مدین کے درمیان آٹھ سـو پچاس میل کا فاصلـہ ہے۔ کیا مصـر اور البدع جو خلیج عقبہ

کے مغربی ساحل پر واقع، کے درمیان یہی مسافت ہے؟ چونکہ کہتے ہیں مدین وہی البدع ہے۔ (کوثر)

- لیکن اس پاسیبلیٹی کو رد نہیں کیا سکتا کہ وہ بغیر کسی خاص تعین کے نکل آئیں ہو، اور اللہ نے ان کو مدین کی جانب رہنمائی فرما دی ہو۔ اور آیت کا یہ کہنا کہ "انہوں نے مدین کا رخ کیا" تو یہ اللہ کی رہنمائی کے تحت ان کا رخ اُدھر کو موڑ دیا گیا اس لیے آیت پہلے سے اس چیز کی طرف اشارہ کردیتی جس چیز کا اللہ نے ارادہ کیا ان کو رہنمائی کرنے کا۔ بہرحال دونوں صورتوں میں وہ اللہ کی رہنمائی سے وہ مدین پہنچ گئے۔ البتہ پہلا خیال زیادہ قوی لگتا۔

- گوگل میپس کے مطابق اگر قاہرہ سے مدین تک سیدھی لائن کھینچے تو یہ 400 کلومیٹر بنتا ہے، پر اس میں دو سمندر پار کرنے پڑتے، اور اگر سمندروں کے اوپر سے گھوم کر آئیں تو یہ 500 کلو میٹر بنتا۔



23۔ وَ لَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدۡیَنَ وَجَدَ عَلَیۡہِ اُمَّۃً مِّنَ النَّاسِ یَسۡقُوۡنَ ۬۫ وَ وَجَدَ مِنۡ دُوۡنِہِمُ امۡرَاَتَیۡنِ تَذُوۡدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطۡبُکُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسۡقِیۡ حَتّٰی یُصۡدِرَ الرِّعَآءُ ٜ وَ اَبُوۡنَا شَیۡخٌ کَبِیۡرٌ ﴿۲۳﴾

اور جب وہ مدین کے پانی پر پہنچے تو انہوں نے دیکھا لوگوں کی ایک جماعت (اپنے جانوروں کو) پانی پلا رہی ہے اور دیکھا ان کے علاوہ دو عورتیں (اپنے جانور) روکے ہوئے کھڑی ہیں، موسیٰ نے کہا: آپ دونوں کا کیا مسئلہ ہے؟ وہ دونوں بولیں: جب تک یہ چرواہے (اپنے جانوروں کو لے کر) واپس نہ پلٹ جائیں ہم پانی نہیں پلا سکتیں اور ہمارے والد بڑی عمر کے بوڑھے ہیں۔

(بلاغ القرآن)

وَجَآءَتۡ سَیَّارَۃٌ فَاَرۡسَلُوۡا وَارِدَہُمۡ فَاَدۡلٰی دَلۡوَہٗ ؕ (یوسف، 12:19)
اور ایک قافلہ آیا تو انہوں نے اپنا پانی بھرنے والا بھیجا اس نے اپنا ڈول لٹکا دیا۔

[15] بادشاہ کو بھی پتا لگا تو اُس نے موسیٰ کو مروانے کی کوشش کی۔ لیکن موسیٰ مِدیان کے ملک کو بھاگ گیا۔ وہاں وہ ایک کنوئیں کے پاس بیٹھ گیا۔ [16] مِدیان میں ایک امام تھا جس کی سات بیٹیاں تھیں۔ یہ لڑکیاں اپنی بھیڑبکریوں کو پانی پلانے کے لئے کنوئیں پر آئیں اور پانی نکال کر حوض بھرنے لگیں۔ [17] لیکن کچھ چرواہوں نے آکر اُنہیں بھگا دیا۔ یہ دیکھ کر موسیٰ اُٹھا اور لڑکیوں کو چرواہوں سے بچا کر اُن کے ریوڑ کو پانی پلایا۔ (خروج، 2:15)

- **پیغمبر کی بیٹیاں چرواہا گری کرلیتی ہیں لیکن ذلت اور اور گداگری کو قبول نہیں کرتیں۔ "امراتین تذودٰن" (تفسیر نور)**

- **گھر سے باہر عورت کے لیے کام کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ**

الف: کام کی جگہ پر عورت کو تنہا نہیں ہونا چاہیے۔ "امراتین"

ب: مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو۔ "لا نسقی حتی یُسدر الرعاء"

ج: خاندان میں کوئی کام کرنے والا مرد نہ ہو۔ "وابونا شیخ کبیر" (تفسیر نور)

📖 دوســروں کی مدد کرتے وقت کوئی شــرط نہ رکھیں اور مدد کرنے میں جلدی کریں۔ "فسقیٰ لهما" (تفسیر نور)

✎ احســان کرنا اچھی چیز ہے، پر اگر کســی کام کے بدلے کچھ اجرت ضــرورت کے تحت مانگ لی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ حضــرت موسٰــی علیہ الســلام خود، ســورہ کہف میں حضـرت خضــرؑ کو مشــورہ دیتے کہ آپ نے جو اس دیوار کی مرمت کی ہے تو اس کے بدلے ان شہر والوں سے کچھ اجرت لے لیتے تو اچھا تھا۔

فَانطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْــتَطْعَمَا أَهْلَهَا فَأَبَوْا أَن يُضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَن يَنقَضَّ فَأَقَامَهُ ۖ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا

"پھر دونوں چلے، یہاں تک کہ ایک بســتی والوں کے پاس پہنچے، ان سے کھانا مانگا، مگر انہوں نے مہمان بنانے سے انکار کیا۔ وہاں ایک دیوار دیکھی جو گرنے والی تھی، پس خضرؑ نے اسے سیدھا کر دیا۔ موسیٰؑ نے کہا: اگر آپ چاہتے تو اس پر اجرت لے ســکتے تھے!"

(سورہ کہف 18:77)

اُم، امة، امام

- یہ بات بڑی قابلِ غور ہے کہ عربی کے لفظ "اُم" سے "امُ" (ماں) بھی بنتا ہے، اور "امۃ" (امت/جماعت) بھی، اور "امام" بھی.
اور یہ تینوں لفظ نہ صرف اس سورۃ میں آتے ہیں، بلکہ ان الفاظ کے ساتھ خاص واقعات بھی منسوب ہیں.

- ماں وہ ہستی ہے جو اپنی أولاد کو لیڈ کرتی ہے، اور امت وہ جماعت ہوتی جس کا کوئی لیڈر ہوتا ہے، اور امام تو کہتے ہی لیڈر کو ہیں.

- اس سورۃ میں مائوں کا ذکر بھی آگیا "موسٰی کا بچپنہ" کے ضمن میں – حضرت موسٰی علیہ السلام کی دو مائیں تھی، ایک جس نے پیدا کیا اور دودھ پلایا، اور ایک جس نے اٹھایا اور فرعون کے دربار میں پالا پوسا اور کہا کہ "یہ ہمارے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بنے گا".
اور اس سورۃ میں امتوں کا ذکر بھی ہے، ایک سبطی امت، ایک قبطی (مصری) امت، (اور اسی مناسبت سے لفظ شیعہ بھی آگیا) ... اور ایک وہ امت جب حضرت موسٰی مدین پہنچے...

اور خصوصی طور پر "امامت" کا ذکر ہے، جو سورۃ کی شروعات آیت 5 سے شروع ہوتا. اور آگے 'قارون' کے قصے میں آئے گا. (اور بیچ میں آیت 41 میں فرعون اور جنود کو کو بھی آگ کی طرف بلانے والا امام کہا گیا ہے.)

📖 ماں کی آغوش کے اعتبار سے انسان کے مسکن کو اُمٌّ کہتے ہیں۔ قوم اور جماعت کو بھی اُمَّۃٌ کہتے ہیں۔ بالخصوص ہم مسلک اور ہم مشرب گروہ کو۔ چنانچہ سورۃ بقرہ میں مختلف انبیائے کرام ؑ کے تذکرہ کے بعد ہے تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ[2:134]۔ "یہ ایک اُمت تھی جو گزر چکی" دوسری جگہ انہی کے متعلق ہےاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً [21:92]"یقینا یہ تمہاری اُمت، اُمتِ واحدہ ہے" ۔ نیز اس کے معنی ہر شے کی اصل اور بنیاد کے ہیں۔ اُمُّ الْقَوْمِ۔ قوم کا رئیس۔ اُمُّ النُّجُوْمِ کہکشاں۔ اُمُّ الرَّأْسِ دماغ۔ نیز ہر وہ مرکز جہاں بہت سی چیزیں آ کر مل جاتی ہیں اُمٌّ کہلاتا ہے۔ جیسے اُمُّ الْقُرىٰ مکہ معظمہ کو کہتے ہیں۔ اُمُّ الْكِتَابِ۔قانون کی اصل و بنیاد**(تاج)۔ ابن فارس نے کہا ہے کہ اس کے بنیادی معنی چار ہیں۔(1) بنیاد او ر اصل۔ (2)مرجع ۔ (3) جماعت ۔(4) دین۔ (لغات القرآن)

اَلْاِمَامةُ: نیز اس کے معنی اِمَام اور ہادی کے بھی ہیں۔ جیسے (ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ)اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا[16:120] میں اس کے معنی امام کے ہیں۔

امام: آگے ہونا۔ اِمَامٌ وہ شخص جو آگے ہو۔ یہ دراصل اس دھاگے کو کہتے ہیں جس سے معمار دیکھتے ہیں کہ دیوار کی تمام اینٹیں ایک سیدہ میں آ رہی ہیں یا نہیں۔ (عربی میں اس آلے کو فَادِن اور ہمارے ہاں ساھل کہتے ہیں۔ اس سے اِمَامٌ کا صحیح تصور سامنے آ سکا ہے)۔ نیز وسیع راستہ کو بھی اِمَامٌ کہتے ہیں [15:79]۔

" ایسا آدمی جس میں تمام خوبیاں جمع ہوں۔ (لغات القرآن)

📖 وَجَدَ عَلَيۡهِ أُمَّةً مِّنَ ٱلنَّاسِ :دیکھا لوگوں کی ایک جماعت اپنے جانوروں کو پانی پلا رہی ہے۔ آیت میں صــرف پلانے کا ذکر ہے، جانوروں کا ذکر نہیں ہے۔ بعد میں آنے والے الرِّعَآءُ چرواہے ســے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جانوروں کو پلا رہے تھے۔ (کوثر)

✎ اب مشــہور تو یہی ہے کہ وہ "شــیخ کبیر" حضــرت شــعیب علیہ السلام تھے۔ پر یہ بات بھی ہے کہ اس پوری سورۃ میں نام سے ان کا ذکر نہیں آیا۔

شاید اسی وجہ سے کچھ مفسرین (جیسے ڈاکٹر اسرار احمد) نے یہ شــک ظاہر کیا ہے کہ شــاید یہ شــخص حضــرت شــعیب علیہ السلام نہ ہوں، بلکہ ان کی قوم سے کوئی اور صالح شخص ہوں۔ (چیک بیان القرآن)

✎ پر ســـورہ اعراف بتاتی ہے کہ ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شـعیب کو بھیجا (اعراف، آیت 85)۔ اور یہاں ان کا ذکر ایک صالح ایماندار شـــخص کے طور پر ہوتا ہے (یعنی قرآن می لفظ "مدین" کے ســـاتھ "شـــعیب" جڑے ہوئے ہیں) تو یہ اخذ کرلیا گیا کہ وہ حضرت شعیب علیہ السلام ہی تھے۔ کہ اُن کی بیٹی کی شادی بھی ایـک پیغمبر ســـے ہوئی، یعنی ایـک پیغمبر کی بیٹی کی شادی بھی ایک پیغمبر سے ہوئی۔

اور یہاں "شــیخ کبیر" ســے ان کو متعارف کروایا گیا ہے، ســے پتہ چلتا ہے کہ وہ اتنے بوڑھے ہوچکے تھے کہ چلنا پھرنا بھی ان کے لیے اب کافی مشــقت والا کام بن چکا تھا، کہ نہ چاہتے ہوئے بھی کچھ

کام بیٹیوں کو کرنے پڑ رہے تھے۔ اور گرد و نواح میں اگرچہ لوگ رہ رہے تھے، پر شـــادی کے لیے ان کو اب تک کوئی نیک ایماندا اور خصوصاً "موحد" شخص نہ مل سکا تھا۔
یعنی غالباً یہ اُس وقت کا واقعہ تھا جب حضـــرت شـــعیب علیہ الســـلام کی قوم پر عذاب آئے کافی وقت گزر چکا تھا۔ بیوی فوت ہوچکی تھی، اور وہ اپنی بیٹیوں کے ســاتھ کســی جگہ isolation والی زندگی گزار رہے تھے۔

- **دوسرا ایک اہم واقعہ (اس سورۃ کے ٹاپک "امامت" کی مناسبت ســـے) جو بائیبل میں درج ہے کہ ایک بار حضـــرت موســـیٰؑ کے سَسُر، مدین کے Priest (جیتھرو /Jethro)، ان سے ملنے ریگستان میں آتے ہیں، تو وہ حضرت موسی کو ایک مشورہ دیتے ہیں:**

حضرت شعیب کا حضرت موسیٰ کو مشورہ

[1]موسیٰ کا سُسر یترو اب تک مِدیان میں امام تھا۔ جب اُس نے سب کچھ سنا جو اللہ نے موسیٰ اور اپنی قوم کے لئے کیا ہے، کہ وہ اُنہیں مصر سے نکال لایا ہے 2تو وہ موسیٰ کے پاس آیا۔ وہ اُس کی بیوی صفورہ کو اپنے ساتھ لایا، کیونکہ موسیٰ نے اُسے اپنے بیٹوں سمیت میکے بھیج دیا تھا۔ 3یترو موسیٰ کے دونوں بیٹوں کو بھی ساتھ لایا۔

7موسیٰ اپنے سُسر کے استقبال کے لئے باہر نکلا، اُس کے سامنے جھکا اور اُسے بوسہ دیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کا حال پوچھا، پھر خیمے میں چلے گئے۔ 8موسیٰ نے یترو کو تفصیل سے بتایا کہ رب نے اسرائیلیوں کی خاطر فرعون اور مصریوں کے ساتھ کیا کچھ کیا ہے۔ اُس نے راستے میں پیش آئی تمام مشکلات کا ذکر بھی کیا کہ رب نے ہمیں کس طرح اُن سے بچایا ہے۔

9یترو اُن سارے اچھے کاموں کے بارے میں سن کر خوش ہوا جو رب نے اسرائیلیوں کے لئے کئے تھے جب اُس نے اُنہیں مصریوں کے ہاتھ سے بچایا تھا۔ 10اُس نے کہا، ”رب کی تمجید ہو جس نے آپ کو مصریوں اور فرعون کے قبضے سے نجات دلائی ہے۔ اُسی نے قوم کو غلامی سے چھڑایا ہے! 11اب مَیں نے جان لیا ہے کہ رب تمام معبودوں سے عظیم ہے، کیونکہ اُس نے یہ سب کچھ اُن لوگوں کے ساتھ کیا جنہوں نے اپنے غرور میں اسرائیلیوں کے ساتھ بُرا سلوک کیا تھا۔“ 12پھر یترو نے اللہ کو بھسم ہونے والی قربانی اور دیگر کئی قربانیاں پیش کیں۔ تب ہارون اور تمام بزرگ موسیٰ کے سُسر یترو کے ساتھ اللہ کے حضور کھانا کھانے بیٹھے۔

13اگلے دن موسیٰ لوگوں کا انصاف کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ اُن کی تعداد اِتنی زیادہ تھی کہ وہ صبح سے لے کر شام تک موسیٰ کے سامنے کھڑے رہے۔ 14جب یترو نے یہ سب کچھ دیکھا تو اُس نے پوچھا، ”یہ کیا ہے جو آپ لوگوں کے ساتھ کر رہے ہیں؟ سارا دن وہ آپ کو گھیرے رہتے اور آپ اُن کی عدالت کرتے رہتے ہیں۔ آپ یہ سب کچھ اکیلے ہی کیوں کر رہے ہیں؟“

15موسیٰ نے جواب دیا، ”لوگ میرے پاس آ کر اللہ کی مرضی معلوم کرتے ہیں۔ 16جب کبھی کوئی تنازع یا جھگڑا ہوتا ہے تو دونوں پارٹیاں میرے پاس آتی ہیں۔ مَیں فیصلہ کر کے اُنہیں اللہ کے احکام اور ہدایات بتاتا ہوں۔“

17موسیٰ کے سُسر نے اُس سے کہا، ”آپ کا طریقہ اچھا نہیں ہے۔ 18کام اِتنا وسیع ہے کہ آپ اُسے اکیلے نہیں سنبھال سکتے۔ اِس سے آپ اور وہ لوگ جو آپ کے پاس آتے ہیں بُری طرح تھک جاتے ہیں۔ <u>19میری بات سنیں! مَیں آپ کو ایک مشورہ دیتا ہوں۔ اللہ اُس میں آپ کی مدد کرے۔</u> لازم ہے کہ آپ اللہ کے سامنے قوم کے نمائندہ رہیں اور اُن کے معاملات اُس کے سامنے پیش کریں۔ 20یہ بھی ضروری ہے کہ آپ اُنہیں اللہ کے احکام اور ہدایات سکھائیں، کہ وہ کس طرح زندگی گزاریں اور کیا کیا کریں۔ 21لیکن ساتھ ساتھ قوم میں سے قابلِ اعتماد آدمی چنیں۔ وہ ایسے لوگ ہوں جو اللہ کا خوف مانتے ہوں، راست دل ہوں اور رشوت سے نفرت کرتے ہوں۔ اُنہیں ہزار ہزار، سَو سَو، پچاس پچاس اور دس دس آدمیوں پر مقرر کریں۔ 22اُن آدمیوں کی ذمہ داری یہ ہو گی کہ وہ ہر وقت لوگوں کا انصاف کریں۔ اگر کوئی بہت ہی پیچیدہ معاملہ ہو تو وہ فیصلے کے لئے

آپ کے پاس آئیں، لیکن دیگر معاملوں کا فیصلہ وہ خود کریں۔ یوں وہ کام میں آپ کا ہاتھ بٹائیں گے اور آپ کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔

23اگر میرا یہ مشورہ اللہ کی مرضی کے مطابق ہو اور آپ ایسا کریں تو آپ اپنی ذمہ داری نبھا سکیں گے اور یہ تمام لوگ انصاف کے ملنے پر سلامتی کے ساتھ اپنے اپنے گھر جا سکیں گے۔“
24موسیٰ نے اپنے سُسر کا مشورہ مان لیا اور ایسا ہی کیا۔
(خروج، باب 18)

- اب کسی اولوالعزم پیغمبر کو مشورہ دینا، کسی ایک نبی کی ہی شان ہوسکتی ہے۔ اور وہ خود اللہ کی حمد و تمجید کرتے ہیں، اور اس مشورے میں بھی "توفیقِ الٰہی" کو شاملِ حال رکھتے ہیں۔ اس واقعے کے بعد یہ بات یقین کرنے میں کوئی عار نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سَسُر – مدین کے پریسٹ – حضرت شعیب علیہ السلام ہی تھے۔ (واللہ اعلم)

رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر

24۔ فَسَقٰی لَہُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤی اِلَی الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ ﴿۲۴﴾

موسیٰ نے ان دونوں (کے جانوروں) کو پانی پلایا پھر سایے کی طرف ہٹ گئے اور کہا: میرے رب! جو خیر بھی تو مجھ پر نازل فرمائے میں اس کا محتاج ہوں۔
(بلاغ القرآن)

📖 حضـرت حضـرت موسـیٰ علیہ السـلام کی پاکیزہ طبیعت کا یہی تقاضا تھا کہ کمزوروں اور مظلوموں کی مدد کے لیے لپکیں۔ مصر سے اسی جذبہ ایثار کی وجہ سے ہجرت کرنا پڑی۔ (کوثر)

✎ سورہ کہف آیت 77 ہی کی روشنی میں اگر اس منظر کو دیکھیں۔ تو حضـرت موسٰـی علیہ السـلام اس وقت شـدید need میں تھے۔
شدید بھوک پیاس اور کئی دنوں کے بے آرامی میں۔
نیکی تو انہوں نے کرلی، اور دعا بعد میں مانگی۔
یعنی یہ درس بنتا کہ: اللہ ســـے اگر کچھ طلب کرو (اور اس کے اسـتجابت کی جلدی ہو) تو پہلے کچھ نیکی کرو / صـدقہ کرو پھر دعا مانگو۔

قصص

25۔ فَجَآءَتۡهُ اِحۡدٰىهُمَا تَمۡشِىۡ عَلَى اسۡتِحۡيَآءٍ قَالَتۡ اِنَّ اَبِىۡ يَدۡعُوۡكَ لِيَجۡزِيَكَ اَجۡرَ مَا سَقَيۡتَ لَـنَا‌ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيۡهِ الۡقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفۡ‌ نَجَوۡتَ مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ‏ ﴿۲۵﴾

پھر ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک حیا کے ساتھ چلتی ہوئی موسیٰ کے پاس آئی اور کہنے لگی: میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تاکہ آپ نے جو ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے آپ کو اس کی اجرت دیں، جب موسیٰ ان کے پاس آئے اور اپنا سارا قصہ انہیں سنایا تو وہ کہنے لگے: خوف نہ کرو، تم اب ظالموں سے بچ چکے ہو۔
(بلاغ القرآن)

[18]جب لڑکیاں اپنے باپ رعوایل کے پاس واپس آئیں تو باپ نے پوچھا، ”آج تم اِتنی جلدی سے کیوں واپس آ گئی ہو؟[19] “لڑکیوں نے جواب دیا، ”ایک مصری آدمی نے ہمیں چرواہوں سے بچایا۔ نہ صرف یہ بلکہ اُس نے ہمارے لئے پانی بھی نکال کر ریوڑ کو پلا دیا۔[20] “رعوایل نے کہا، ”وہ آدمی کہاں ہے؟ تم اُسے کیوں چھوڑ کر آئی ہو؟ اُسے بُلاؤ تاکہ وہ ہمارے ساتھ کھانا کھائے۔“
[21]موسیٰ رعوایل کے گھر میں ٹھہرنے کے لئے راضی ہو گیا۔ بعد میں اُس کی شادی رعوایل کی بیٹی صفورہ سے ہوئی۔ [22]صفورہ کے بیٹا پیدا ہوا تو موسیٰ نے کہا، ”اِس کا نام جَیرسوم یعنی ’اجنبی ملک میں پردیسی‘ ہو، کیونکہ مَیں اجنبی ملک میں پردیسی ہوں۔“ (خروج، 2:18)

📖 حسب دستور قرآن مجید نے درمیان کی کڑیاں فہم مخاطبین و سامعین پر چھوڑتے ہوئے آگے کی بات بیان کردی ہے. ظاہر ہے جب جناب موسٰیؑ نے ان لڑکیوں کے لیے پانی بھر دیا تو وہ اپنے والد بزرگوار کے پاس خلاف امید اس وقت سے پہلے پہنچ گئیں جس وقت وہ روزانہ پہنچا کرتی تھیں تو انہوں نے پوچھا کہ آج تم جلدی کیوں کر آگئیں؟ انہوں نے واقعہ بیان کیا، انہوں نے کہا ارے، اس آدمی کو بلا کر لاؤ کہ اس نے ہمارے لئے اتنی زحمت اٹھائی ہے. اب ہمیں اس کا کچھ معاوضہ ادا کرنا چاہئے لہٰذا اب ان میں اے ایک جناب موسیٰؑ کے پاس آئی جس کا اس آیت میں تذکرہ ہے. (فصل الخطاب)

✎ پر اصل بات حکمتی طور پر اس میں یہ پوشیدہ ہے کہ جب بندہ ایک نیکی نیک نیتی سے کرتا ہے، تو وہ نیکی کئی اور نیکیوں اور کاموں کے لیے راہ ہموار کردیتی ہے، اور معاش میں فراخی لاتی.
اس ایک نیکی اور پھر دعا(ذکر) (رَبِّ اِنِّی لِمَا اَنزَلتَ اِلَیَّ مِن خَیرٍ فَقِیر) سے نہ صرف انہیں کھانا ملا، گھر ملا، کام ملا، بلکہ بیوی بھی ملی، ... اور حضرت شعیب جیسا سسُر ملا.

جبکہ اس کے برخلاف کام کرنے پر. ان کے لیے اللہ سورہ طہ میں فرماتے ہیں:

وَمَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِكۡرِىۡ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيۡشَةً ضَنۡكًا (طه، 20:124)
اور جس نے میرے ذکر (یعنی میری یاد و نصیحت) سے روگردانی کی تو اس کے لئے دنیاوی (بھی) معاش تنگ کردیا جائے گا۔

📖 حضـرت موسـیٰ علیہ السـلام اس لڑکی کے سـاتھ چل پڑتے ہیں لیکن لڑکی کے پیچھے چلنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ روایت کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:
فَاِنَّا بَنُو یَعْقُوبَ لَا نَنْظُرْ فِی اَعْجَازِ النِّسَـــآئِ الْخَبَرَ ۔(مســتـدرک الوسائل ۱۴ :۲۷۴ باب کراہۃ النظر فی ادبار النساء ۔)
ہم اولاد یعقوب عورتوں کی پشت پر نظر نہیں ڈالتے۔ (کوثر)

26۔ قَالَتۡ اِحۡدٰىہُمَا یٰۤاَبَتِ اسۡتَاۡجِرۡہُ ۫ اِنَّ خَیۡرَ مَنِ اسۡتَاۡجَرۡتَ الۡقَوِیُّ الۡاَمِیۡنُ ﴿۲۶﴾

ان دونوں میں سے ایک لڑکی نے کہا: اے ابا! اسے نوکر رکھ لیجیے کیونکہ جسے آپ نوکر رکھنا چاہیں ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو طاقتور، امانتدار ہو۔
(بلاغ القرآن)

📖 قَالَت اِحدٰىہُمَا :ان دونوں لڑکیوں میں ســے ایک نے کہا: اے ابا اسے نوکر رکھ لیجیے۔ یہ درخواست کرنے والی لڑکی وہی تھی جو حضـرت موسـیٰ علیہ السـلام کو بلانے گئی تھی چونکہ اسـی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امانت کا مشاہدہ کیا تھا۔

۲۔ اِنَّ خَیرَ مَنِ اســتَاجَرتَ القَوِیُّ الاَمِینُ :قوت کا اندازہ چاہ ســے پانی نکالتے وقت کر لیا تھا اور امانت کا مشــاہدہ ان کے ہمراہ گھر آتے ہوئے کیا تھا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خاتون کے پیچھے چلنے سے پرہیز کیا تاکہ ان کے جسم پر نگاہ نہ پڑے۔ (کوثر)

📖 افراد خانہ مرد یا عورت، سربراہ خانہ کو اپنے تجربات و مشاہدات کی روشنی میں مشورہ دے سکتے ہیں۔ (کوثر)

- 🕮 نیک سیرت خواتین کی کوشش ہوتی ہے کہ کم سے کم گھر سے باہر جائیں. "استاجِرہ". مشکل اور سخت کام جو گھر سے باہر ہو اسے مرد انجام دے. (تفسیر نور)

محنت و مزدوری

- 🕮 کام کرنا اسلام میں عبادت اور جہاد کا درجہ رکھتا ہے. (نور)

- 🕮 انبیاء، کسان، چرواہے، درزی، اور بڑھی بھی تھے. (نور)

- 🕮 قرآم مجید میں ارشاد ہوا کہ ہم نے زمین کو تمہارے لیے مسخر کردیا پس اس پر چلو اس میں سے رزق حاصل کرو. (نور)

- 🕮 دست و بازو سے کام لینے والے کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے، مزدور کے حقوق کی حفاظت، اس کی رضامندی حاصل کرنا، اس کی اجرت جلد دینا، معین اجرت میں کچھ اضافہ کردینا، اس کا احترام کرنا، یہ سب امور ایسے ہیں جن کی اسلام نے تاکید کی ہے، جس طرح کاشتکاری کی تاکید کی ہے کہ ایک درخت کو سیراب کرنا گویا ایک مومن کو سیراب کرنے کے مترادف ہے. (نور)

- 🕮 حضرت علی علیہ السلام نے اپنے گورنر کو تاکید کی کہ کسانوں پر کوئی سختی نہ کی جائے. مالیات لیتے وقت ان کا خیال رکھا جائے. (نور)

📖 فکری کام کی اپنی اہمیت ہے کہ ایک گھنٹہ غور و فکر کرنا کئی گھنٹے کی عبادت سے بہتر ہے۔ (تفسیر نور)

📖 قرآن مجید میں ارشاد ہے فرمایا تم جب بھی کسی اہم کام سے فارغ ہوجاؤ تب دوسرے کام میں مصروف ہوجاؤ۔ "فاذا فرغت فانصب"۔ اسی بناء پر بیکار رہنا اور بیکاری ممنوع ہے۔ بیکاری دراصل تھکاوٹ، سستی، فرسودگی اور شیطان کے نفوذ کرنے کا وسیلہ ہے جس سے فتنہ پھیلتا ہے اور گناہ زیادہ ہوتے ہیں۔ (نور)

📖 بہرحال اسلام نے کام کو اہمیت دی ہے، یہاں تک کہ حدیث میں بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالٰی زیادہ سونے والے اور بیکار انسان کو اپنا دشمن سمجھتا ہے۔ (نور)

📖 حدیث میں بیان ہوا کہ ایک بیکار فقیر پیغمبر اکرمﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مدد کی درخواست کی حضرتﷺ نے فرمایا کہ کسی کے گھر میں کلہاڑا ہے؟ ایک شخص نے کہا کہ ہاں ہے، اور وہ گھر گیا اور کلہاڑے لے آیا۔ پیغمبر اکرمﷺ کے قریب ایک دستہ پڑا تھا اسے استعمال کیا اور اس بیکار شخص کو دے دیا اور فرمایا یہ ہتھیار ہے لیکن محنت و کوشش کرنا تمہارا کام ہے۔ (تفسیر نور، ج7، ص 170-171، اردو)

27۔ قَالَ اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اُنۡکِحَکَ اِحۡدَی ابۡنَتَیَّ ہٰتَیۡنِ عَلٰۤی اَنۡ تَاۡجُرَنِیۡ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنۡ اَتۡمَمۡتَ عَشۡرًا فَمِنۡ عِنۡدِکَ ۚ وَ مَاۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اَشُقَّ عَلَیۡکَ ؕ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۲۷﴾

(شعیب نے) کہا:میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تم سے کردوں اس پر کہ تم آٹھ سال میری نوکری کرو اور اگر تم دس (سال) پورے کرو تو یہ تمہاری طرف سے (احسان) ہے اور میں تمہیں تکلیف میں ڈالنا نہیں چاہتا، ان شاءاللہ تم مجھے صالحین میں سے پاؤ گے۔

(اظھر)

📖 قَالَ اِنِّی اُرِیدُ اَن اُنکِحَکَ :آٹھ سال نوکری کرنے کی شرط عقد کے ضمن میں نہیں ہے۔ یہ عبارت عقد نکاح کی نہیں بلکہ واقعے کا بیان ہے چونکہ اس عبارت میں کسی ایک بیٹی کا تعین نہیں ہے نیز باپ کی نوکری کرنا بیٹی کا مہر قرار دینا بھی درست نہیں ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا یہ فرمان بیان فرمایا:

هُوَ حَرَامٌ لِاَنَّهٗ ثَمَنْ رَقَبَتِهَا وَ هِیَ اَحَقُّ بِمَهْرِهَا ۔ (الفقیہ ۳: ۴۲۳)

مہر عورت کا حق ہے، یہ حق عورت کو نہ ملے، کوئی اور اس سے فائدہ اٹھائے، جائز نہیں ہے۔

اس آیت سے کسی فقہی حکم کا استنباط نہیں ہو سکتا چونکہ آیت کسی فقہی مسئلہ کے بیان کے درپے نہیں ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ آیت "مقام بیان" میں ہو۔

۲۔ فَاِن اَتمَمتَ عَشرًا فَمِن عِندِکَ :اس کا مطلب یہ ہوا کہ آٹھ سال نوکری لازمی ہے۔ دو سال موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے رضاکارانہ ہو سکتے ہیں۔ یہ عقد نکاح سے الگ ایک معاہدہ ہو سکتا ہے جس میں یہ مصلحت کار فرما تھی کہ حضرت موسیٰ

علیہ السلام کا دس سال تک مدین میں رہنا ضروری تھا کہ مصر کی حکومت میں تبدیلی آ جائے گی اور مصـــر جانا ممکن ہو جائے گا۔.[(کوثر)]

✎ لفظ "شــرط" یا "مہر" عربی متن میں اســتعمال نہیں ہوا، یعنی "اس شرط پر کہ تم میرے لیے 8 سال نوکری کرو"۔
اردو مترجمین نے لگ بھگ ســب نے لفظ "شـــرط" "بشـــرطیکہ" اسـتعمال کیا ہے۔ اور کچھ نہ "مہر" بریکیٹ میں اور کچھ نے بغیر بریکیٹ کے بھی استعمال کیا ہے۔
البتہ انگریزی کے صـــحیح انٹرنیشـــنل نے "شـــرط" بریکیٹ میں استعمال کیا ہے، کچھ طرح:

He said, "Indeed, I wish to wed you one of these, my two daughters, on [the condition] that you serve me for eight years; but if you complete ten, it will be [as a favor] from you. And I do not wish to put you in difficulty. You will find me, if Allāh wills, from among the righteous."
— Saheeh International

✎ "حق مہر" والی بات مفســـر کوثر نے کافی معقول پیش کی کہ حق مہر "لڑکی کا حق" ہوتا ہے، جو لڑکی کو دینا چاہیے، نہ کہ باپ کی خدمت کی شکل میں۔

✎ آیات سے معلوم یہی ہوتا ہے کہ حضرت شعیب کو نرینہ أولاد نہ تھی، اور خود ضـــعیف ہوچکے تھے کہ محنت مشـــقت والا کام کر سکیں۔ دو بیٹیاں تھیں۔ اگرچہ وہ ان مردانہ کاموں سے وہ اعراض چاہتی تھی، پر مجبوری تھی کہ کرنا پڑتھا تھا کہ اور کوئی تھا

نہیں۔ اس لیے انہوں نے جب نیک ایماندار اور طاقتور شخص دیکھا تو أبا کو مشورہ دیا کہ اسے نوکر رکھ لیں۔ کہ طاقتور بھی ہے کہ سارے مشقت والے کام باآسانی کرسکتا ہے، اور ایماندار بھی ہے خیانت نہیں کرتا، چاہے وہ خیانت نظروں کی ہی کیوں نہ ہو۔
اس تجویز سے حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی(وں) کی رضامندی بھی جان لی۔ اس لیے انہوں نے بھی ڈائریکٹ نکاح کی بات کردی۔ کہ گھر میں کوئی ملازم رکھنے سے پہلے شادی کی بات کردی۔

یعنی یہ دونوں باتیں الگ الگ تھیں۔ جیسا کہ لڑکیوں نے کہا، آپ اس کو ملازم رکھ لیں۔ اور حضرت موسیٰؑ کو اعتراض نہیں تھا ملازمت کا، وہ تو پہلے ہی دعا کر چکے، ربِّ اِنِّی لِمَا اَنزَلتَ اِلَیَّ مِن خَیرٍ فَقِیر۔ اس لیے پہلی ڈیل یہ تھی کہ تم ملازم بن کر رہنا چاہو تو، 8 یا 10 سال کم سے کم نوکری کرنی پڑے گی۔

اور اگر سب کچھ ٹھیک چلا، اور تم بھی راضی رہے تو ایک لڑکی سے شادی بھی کروا دوں گا۔

✎ پر ڈاکٹر اسرار احمد اس ڈیل کو حق مہر کی شکل میں ہی دیکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ پرانے زمانے میں رواج تھا۔

🕮 ممکن ہے اس وقت اس علاقے میں نکاح کے بدلے لڑکے سے معاوضہ لینے کا رواج ہو۔ بہر حال شیخ مدین نے حضرت موسیٰ

علیہ السلام سے کہا کہ اگر وہ آٹھ سال تک ان کی خدمت کریں‘ ان کی بھیڑ بکریاں چرائیں اور گھر کے دوسرے کام کاج کریں تو اس کے بدلے میں وہ اپنی ایک بیٹی ان کے نکاح میں دے دیں گے۔ (ڈاکٹر اسرار احمد)

🕮 روایات میں ہم پڑھتے ہیں کہ شادی کرنے سے نصف دین محفوظ ہوجاتا ہے۔ شادی شدہ فرد کی دو رکعت نماز غیر شادی شدہ فرد کی ستر رکعات سے بہتر ہے۔ شادی شدہ فرد کا سونا غیر شادی شدہ فرد کے روزہ رکھنے سے زیادہ افضل ہے۔ (تفسیر نور)

🕮 آپﷺ کا ارشاد ہے کہ جو فقر و تنگدستی کے باعث شادی ترک کردے وہ ہم میں سے نہیں اور ایسا شخص اللہ تعالٰی کی نسبت بدگمانی رکھتا ہے۔ (تفسیر نور)

🕮 روایات میں ہے کہ شادی کے لیے جلدی کی جائے کیونکہ جس لڑکی کی شادی کا وقت ہوچکا ہو اس پکے ہوئے پھل کی مانند ہے کہ اگر اسے درخت سے جدا نہ کریں تو وہ فاسد ہوجائے گا۔ (نور)

🕮 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمہاری بیٹی کے لیے کوئی رشتہ آئے اور تمہیں اس کا دین اور امانتداری پسند آجائے تو پھر اسے انکار نہ کرنا وگرنہ فتنہ و فساد میں مبتلا ہوجاؤ گے۔ (تفسیر نور)

📖 یہ بات رہ نہ جائے کہ شادی دو طرح سے ہوسکتی ہے۔ دائمی اور موقت، کہ دونوں کے لیے قرآن مجید اور اسلامی روایات میں خاص دستورات اور تاکید موجود ہے۔ لیکن افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ دائمی شادی کی بہت سی بے منطقی رسومات اور دلہا اور دلہن کے خاندانوں کے بیجا توقعات اور لمبی لمبی آرزوئیں ایک معما بن کر رہ گئی ہیں جسے حل کرنے کے امکانات کم ہوتے جارہے ہیں۔ اسی طرح ازدواج موقت جسے اتنا برا اور ناپسند بنادیا ہے کہ اسے ایک گالی کی صورت دیدی گئی ہے۔ (تفسیر نور)

28۔ قَالَ ذٰلِکَ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَکَ ؕ اَیَّمَا الۡاَجَلَیۡنِ قَضَیۡتُ فَلَا عُدۡوَانَ عَلَیَّ ؕ وَ اللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوۡلُ وَکِیۡلٌ ﴿۲۸﴾

موسیٰ نے کہا: یہ میرے اور آپ کے درمیان وعدہ ہے، میں ان دونوں میں سے جو بھی مدت پوری کروں مجھ پر کوئی زیادتی نہیں ہے اور جو کچھ ہم کہ رہے ہیں اس پر اللہ وکیل ہے۔
(بلاغ القرآن*)

موسیٰ کلیم اللہ

29۔ فَلَمَّا قَضٰی مُوۡسَی الۡاَجَلَ وَ سَارَ بِاَہۡلِہٖۤ اٰنَسَ مِنۡ جَانِبِ الطُّوۡرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَہۡلِہِ امۡکُثُوۡۤا اِنِّیۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا لَّعَلِّیۡۤ اٰتِیۡکُمۡ مِّنۡہَا بِخَبَرٍ اَوۡ جَذۡوَۃٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّکُمۡ تَصۡطَلُوۡنَ ﴿۲۹﴾

پھر جب موسیٰ نے مدت پوری کر دی اور وہ اپنے اہل کو لے کر چل دیے تو کوہ طور کی طرف سے ایک آگ دکھائی دی، وہ اپنے اہل سے کہنے لگے: ٹھہرو! میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید وہاں سے میں کوئی خبر لاؤں یا آگ کا انگارا لے آؤں تاکہ تم تاپ سکو۔

(بلاغ القرآن)

إِذْ رَأَىٰ نَارًا فَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّي آتِيكُم مِّنْهَا بِقَبَسٍ أَوْ أَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ١٠ (طه)

مومن اپنے معاہدہ کے شرائط کا پابند ہوتا ہے۔ "قضی موسی الاجل" (تفسیر نور)

روایت کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال پورے کیے اور قصر فرعونی کی تعیش کی زندگی کے بعد پردیس میں غربت کی زندگی کا مزہ چکھنے کا موقع ملا۔ (کوثر)

ایک حوالے سے دیکھا جائے تو حضرت موسٰی علیہ السلام نے ہجرت کی، اور "مدین" میں 10 سال رہے۔
اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کی، اور "مدینہ" میں 10 سال رہے۔

جہاں پر اطمینان خاطر نہ ہو وہاں بیوی بچوں کو ہمراہ نہ لیا جائیں۔ "امکثوا" (نور)

عالی مقامات تک پہنچنے کے لیے ضروری نہیں کہ بیوی بچوں کو ترک کردیا جائے بلکہ سادہ اور طبیعی زندگی گزار کر بھی انسان عالی اور عرفانی مقامات تک پہنچ سکتا ہے۔ (تفسیر نور)

30۔ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِیِٔ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۰﴾

پھر جب موسیٰ وہاں پہنچے تو وادی کے دائیں کنارے سے ایک مبارک مقام میں درخت سے ندا آئی: اے موسیٰ! میں ہی عالمین کا رب اللہ ہوں۔
(بلاغ القرآن)

- وَ وٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَیْمَنَ --- (۲۰ طٰه: ۸۰)
اور تمہیں طور کی دائیں جانب وعدہ دیا۔
- وَ نَادَیْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَیْمَنِ --- (۱۹ مریم: ۵۲)
اور ہم نے انہیں طور کی داہنی جانب سے پکارا۔

عصا و یدِ بیضا

31۔ وَ اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّ لَمْ یُعَقِّبْ ؕ یٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَ لَا تَخَفْ ۟ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ ﴿۳۱﴾

اور اپنا عصا پھینک دیجئے، پھر جب موسیٰ نے عصا کو سانپ کی طرح حرکت کرتے دیکھا تو پیٹھ پھیر کر پلٹے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا، (ہم نے کہا) اے موسیٰ! آگے آئیے اور خوف نہ کیجیے، یقینا آپ محفوظ ہیں۔
(بلاغ القرآن)

- 107 - فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۰۷﴾ (اعراف، 7:107)
- 20۔ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰى ﴿۲۰﴾ (طٰه، 20:20)
- 32۔ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ﴿ۚ۳۲﴾ (شعرائ 26:32)
- 10۔ وَ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّ لَمْ یُعَقِّبْ ؕ یٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۟ اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿ۖۗ۱۰﴾ (نمل، 27:10)

📖 **عصا کے سانپ کی شکل اختیار کرنے پر جناب موسیٰؑ کی جو کیفیت ہوئی، اس کے متعلق عرض ہے کہ انبیاء عام بشری تاثرات سے بری نہیں ہوتے جیسے بھوک، پیاس، درد۔ یہ کیفیات عام طعر سے طبعی أسباب کے ماتحت انسان پر طاری ہوتی ہیں، ویسے**

ڈر، وحشت، گھبراہٹ کیفیات ہیں، ان کا طاری ہونا بھی بشریت کا تقاضا ہے۔ (فصل الخطاب)

32۔ اُسۡلُکۡ یَدَکَ فِیۡ جَیۡبِکَ تَخۡرُجۡ بَیۡضَآءَ مِنۡ غَیۡرِ سُوۡٓءٍ ۫ وَّ اضۡمُمۡ اِلَیۡکَ جَنَاحَکَ مِنَ الرَّہۡبِ فَذٰنِکَ بُرۡہَانٰنِ مِنۡ رَّبِّکَ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ وَ مَلَائِہٖ ؕ اِنَّہُمۡ کَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِیۡنَ ﴿۳۲﴾

(اے موسیٰ) اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال دیجئے وہ بغیر کسی عیب کے چمکدار ہو کر نکلے گا اور خوف سے بچنے کے لیے اپنے بازو کو اپنی طرف سمیٹ لیجیے، یہ دو معجزے آپ کے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے اہل دربار کے لیے ہیں، بتحقیق وہ بڑے فاسق لوگ ہیں۔

(بلاغ القرآن)

خوفِ موسیٰ

33۔ قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ قَتَلۡتُ مِنۡہُمۡ نَفۡسًا فَاَخَافُ اَنۡ یَّقۡتُلُوۡنِ ﴿۳۳﴾

(موسیٰ نے) کہا اے پروردگار اُن میں کا ایک شخص میرے (ہاتھ) سے قتل ہوچکا ہے سو مجھے خوف ہے کہ وہ (کہیں) مجھ کو مار نہ ڈالیں۔

(جالندھری*)

19۔ وَ فَعَلۡتَ فَعۡلَتَکَ الَّتِیۡ فَعَلۡتَ وَ اَنۡتَ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۱۹﴾ (شعراء، 26:19)

(فرعون نے کہا) اور تم نے اپنا وہ فعل کیا جو کیا اور تم ناشکروں میں سے ہو۔

حضرت موسٰی علیہ السلام کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ بہت جلال والے بندے تھے، جلالی طبیعت کے مالک تھے، یعنی ہیبت والے اور دوسروں پر رعب جمانے والے۔ اندر سے تو وہ نرم دل ہی تھے، تبھی ہر جگہ مظلوم کی حمایت کے لیے نکل آتے تھے۔ یہ ذکر اوپر ہوچکا، کہ دو بندے لڑ رہے تھے تو اپنے مظلوم بھائی کی مدد کی پکار پر فوراً آگئے، ایک بار نہیں دو بار، اور لڑکیوں کی مدد بھی

بغیر کسی لالچ اور اجرت کے کی، یہ دیکھتے ہوئے کہ وہ مظلومیت سے دور کھڑی ہیں۔

- پر ان کی زندگی میں لفظ "خوف" کا عمل دخل بھی بہت ہے۔ اور یہ خوف ان کی ماں سے شروع ہوتا ہے،

1. پہلا خوف "ماں' کا کہ کہیں بیٹے کو یہ ظالم لوگ مار نہ ڈالیں۔ (فَاِذَا خِفتِ عَلَیہِ - آیت 7)
2. دوسرا خوف، جسکا ذکر نہیں، پر ممکناً پوری زندگی فرعون کے دربار میں رہتے ہوئے رہا ہوگا۔ (اگرچہ لوگوں نے assume کرلیا ہے کہ فرعون کے دربار میں رہتے ہوئے وہ کوئی prince بن کر رہ رہے تھے۔ یہ بات ایک حد تک درست ہوسکتی ہے کہ کھانے پینے، اوڑھنے اور رہنے کے معاملے میں وہ پرنس بن کر رہ رہے تھے، پر عزت و مان مرتبے کی مناسبت سے ایسا غالباً پوری طرح سے نہیں تھا، ورنہ فرعون ان کو اپنا بیٹا سمجھتا ہوتا تو فوراً بندے کے قتل پر قتل کی سزا نہ سناتا، اور حضرت موسیٰؑ کو بھاگنا پڑتا۔ بغیر کسی سنوائی، بغیر کسے مقدمے کے، ایسا لگتا کہ فرعون کے (اگر سب نہیں تو کچھ) درباری پوری زندگی ان سے ناخوش تھے، بلکہ اس ٹوہ میں تھے کہ موقع ملے تو اسکا کام تمام کردیں۔ .... (یہ بس بیبی آسیہ کی مہربانی تھی کہ بغیر کسی ٹھوس وجہ کے وہ ان کے ٹچ نہیں کر سکتے تھے۔)

اور اس واقع کو کم سے کم 10 سال گزر گئے، پر وہ ابھی بھی خوفزدہ ہیں کہ جس دربار میں وہ "prince" بن کر رہ رہے تھے، وہ اب تک بات نہیں بھولے اور بدلہ لینا چاہتے۔ (حالانکہ بائیبل کے

حساب سے، یہ 40 سال کا عرصہ گزرگیا اور اس بیچ وہ فرعون ہی مر گیا اور دوسرا اسکا بیٹا رامسیس 2 آگیا۔)

3. تیسرا خوف، جب ان کے ہاتھوں بندہ مر گیا تو ساری رات ان کی خوف میں گزری (فَاَصبَحَ فِی المَدِینَۃِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ – آیت 18)

4. چوتھا خوف: جب ایک بندے نے خبر دی کہ فرعونی سردر آپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں، تو وہ خوف سے مصر سے نکل گئے (فَخَرَجَ مِنھَا خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ– آیت 21)

5. پانچواں خوف، حضرت شعیب علیہ السلام ان کو دلاسا دیتے کہ اب خوف نہ کرو، تم ان کے چنگل/پہنچ سے باہر ہو۔ (وَقَصَّ عَلَیہِ القَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفۡ نَجَوتَ مِنَ القَومِ الظّٰلِمِینَ - آیت 25)

6. چھٹا خوف، جب عصا ڈالا تو سانپ بن گی، اور وہ خوف سے پیچھے کو مُڑے۔ (وَاَن اَ لقِ عَصَاکَ ؕ فَلَمَّا رَاٰھَا تَھتَزُّ کَاَنَّھَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدبِرًا وَّلَم یُعَقِّبۡ ؕ یٰمُوسٰی اَ قبِل وَلَا تَخَف – آیت 31)

7. ساتواں خوف، اللہ نے کہا فرعون کے پاس جائو، سرکش ہوگیا ہے، حضرت موسٰیؑ نے کہا مجھے خوف ہے کہ مجھے قتل کردیں گے۔ (فَاَخَافُ اَن یَّقتُلُونِ ۳۳ -آیت 33)

8. آٹھواں خوف، وہ کہتے میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھوٹا سمجھیں۔ (قَالَ رَبِّ اِنِّی اَخَافُ اَن یُّکَذِّبُونِؕ - شعراء، 26:12)

اس خوف سے یہ بات بھی ہوتی کہ ... پس ہارون کو بھیجے۔ (شعراء، 26:13)

9. نواں خوف، دونوں نے کہا کہ وہ ہم پر تعدی کرے، یا زیادہ سرکش ہوجائے (قَالَا رَبَّنَا اِنَّـنَا نَخَافُ اَن یَّفرُطَ عَلَینَا اَو اَن یَّطغٰی - طہ، 20:45)

10. دسواں خوف، جب جادوگروں کے ساتھ مقابلے ہونے جا رہا تھا، تو جادوگر بڑے فخر سے سامنے کھڑے ہوکر حضرت موسٰی کو للکارنے لگے، کہ پہلے تم ڈالوگے یا ہم ڈالیں۔ (فَأَوجَسَ فِي نَفسِهِ خِيفَةً مُّوسَىٰ ٦٧ – "اُس وقت موسٰی نے اپنے دل میں خوف معلوم کیا۔ طہ، 20:68)

11. ایک اور خوف جب بنی اسرائیلیوں کو راتوں رات نکال لے چلے تو اللہ تعالٰی نے کہا:

وَلَقَدۡ اَوۡحَيۡنَآ اِلٰى مُوۡسٰٓى ۙ اَنۡ اَسۡرِ بِعِبَادِىۡ فَاضۡرِبۡ لَهُمۡ طَرِيۡقًا فِى الۡبَحۡرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخۡشٰى ٧٧ (طه، 20:77)
اور ہم نے موسیٰؑ کو وحی کردی تھی کہ میرے بندوں کو لے کر راتوں رات نکل جاؤ پس ان کے لیے سمندر کے اندر ایک خشک راستہ بنالو (اس کیفیت میں کہ) نہ پکڑے جانے کا خوف ہو اور نہ (ڈوبنے کا) کوئی اندیشہ

عمومی طور پر ہم "خوف" کو negative sense میں لیتے ہیں، اور خاص کر نبی کے لیے یہ شایانِ شان نہیں سمجھتے کہ وہ خوف کریں۔ اس لیے ان آیات کی مفسرین تاویلات کرتے ہیں۔

پر اس "خوف" میں کچھ چیزیں پوشیدہ ہیں۔

1. ایک تو اللہ تعالٰی بتانا چاہتے ایک نبی بھی جسمانی و جذباتی طور پر عام انسان کے جیسے ہی ہوتے ہیں۔ وہ بھی خوف خوشی غمی تکلیف سب محسوس کرتے ہیں۔

وَمَا جَعَلۡنَٰهُمۡ جَسَدًا لَّا يَأۡكُلُونَ ٱلطَّعَامَ وَمَا كَانُواْ خَٰلِدِينَ (انبیاء، 21:8)
ہم نے ان کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً ۚ (رعد، 13:38)
ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور ہم نے ان سب کو بیوی بچوں والا بنایا تھا۔۔۔

(اگرچہ وہ میرے چُنے ہوئے بندے ہیں، اور تمہاری ذمہ داری کہ کہ تم ان کا احترام بھی کرو، کہ اپنی آواز ان کی آواز سے اونچی نہ کرو، اور نہ ہی انکا نام اس طرح لو جس آپس میں ایک دوسرے کا لیتے ہو۔ پر بہرحال جسمانی و جذباتی طور پر وہ تمہاری طرح ہی ہیں اور وحی کے علاوہ ہر قانون جو تم پر لاگو ہوتا ہے وہ اُن پر بھی ہوتا۔ اس لیے وراثت اگر تمہاری ہوتی تو ان کی بھی ہوتی۔)

دوسرا۔ یہ کہ ضروری نہیں کہ خوف ایک بُری چیز ہو۔ بلکہ آج کی سائنس کہتی ہے کہ "خوف ضروری ہے" انسان یا ہر جاندار کی بقا کے لیے "خوف" ضروری ہے، جب خوف نہیں رہتا تو اس کا survival مشکل میں پڑجاتا۔

Survive کے لیے Fear کا ہونا ضروری ہے۔ Fear is Good

Fear is a protective mechanism that safeguards our safety and health1. Fear is hardwired in our brain and helps us to react to potential threats2. Fear can also give us a natural high and a sense of empowerment by releasing chemicals such as adrenaline, dopamine, endorphins, oxytocin and serotonin3. Fear can be a very good thing indeed, as long as we do not let it consume us or become irrational4 (Bing Serach)

قرآن کی کئی آیات "خوف" کو پازیٹو انداز سے بھی پیش کرتی ہیں۔ کہ خوف کا ہونا ضروری ہے۔

- يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۞ ۵۰ (نحل، 16:50)
اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہے ، ڈرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جس کا ان کو حکم ملتا ہے۔

- لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭاِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۵۹ (اعراف، 7:59)
ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا نوح نے کہا اے میری قوم، اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

- وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً (اعراف، 7:205)
اور اے نبی ! اپنے رب کو صبح و شام یاد کیا کرو دل ہی دل میں زاری اور خوف کے ساتھ

- وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ (رعد، 13:13)
اور تسبیح کرتی ہے کڑک اس کی حمد کے ساتھ اور فرشتے (بھی) اس کے خوف سے

- **تیسرا پہلو، ایک خفیہ طور پر حکمتی پہلو ہے۔ کہ ہر کمال کا زوال ہوتا، اور زوال کا کمال بھی آتا۔ (اس قانون سے کوئی مستثنیٰ نہیں، اس لیے کہا گیا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ ہمیشہ اعتدال میں رہے)**
کہ اگر ایک طرف کی شدت جتنی زیادہ ہوگئی، اُتنی ہی (ایک وقت آئے گا کہ) دوسری طرف کی شدی بڑھ جائیگی۔
(یہ والی بات کچھ نیوٹن کے 3rd Law of Motion سے بھی مناسبت رکھتی ہے)

اس لیے حضــرت موسٰــی علیہ الســلام کا ایک طرف کا خوف، دوســری جانب ان کے لیے ہمت و جرات و ہیبت کا ســبب بھی بن جاتا ہے۔

34۔ وَ اَخِیۡ ہٰرُوۡنُ ہُوَ اَفۡصَحُ مِنِّیۡ لِسَانًا فَاَرۡسِلۡہُ مَعِیَ رِدۡاً یُّصَدِّقُنِیۡۤ ۫ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اَنۡ یُّکَذِّبُوۡنِ﴿۳۴﴾

اور میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ فصیح ہے لہٰذا اسے میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج کہ وہ میری تصدیق کرے کیونکہ مجھے خوف ہے کہ لوگ میری تکذیب کریں گے۔

(بلاغ القرآن)

📖 وَ اَخِی ہٰرُونُ ہُوَ اَفۡصَحُ مِنِّی لِسَانًا :حضـرت موسـیٰ علیہ السـلام اللہ تعالیٰ ســے اس تاریخ ســاز جہاد میں قدم رکھنے کے لیے معاون کی درخواست کر رہے ہیں۔ اس معاون میں دو باتوں کا ذکر ہے :رِدۡاً وہ میرا مددگار ہو گا۔ یُّصَــدِّقُنِیۡ میری رســالت کی تصدیق کرے گا۔ حضرت موسیٰ، حضرت ہارون علیہما السلام کے ذریعے نصرت و تصدیق کے خواہشمند تھے کہ وہ سب سے پہلے میری رسـالت کی تصـدیق کرے۔ انہی دو باتوں میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و علی اور موسیٰ و ہارون علیہم السلام میں کتنی زیادہ مشابہت ہے۔ رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان بھی ہے:

یا علی اَنْتَ مِنِّی بِمَنْزِلَۃِ ہَارُونَ مِنْ مُوسَــی اِلَّا اَنَّہُ لَا نَبِیَّ بَعْدِی ۔ (مسند احمد۔ الکافی ۸: ۱۰۶)

اے علی! تجھے مجھ سے وہی مقام حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھا۔ صرف یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (کوثر)

📖 امربالمعروف اور نہی عن المنکر میں اصــل مقصــد اس کا موثر ہونا ہے۔ اگر یہ اشارے سے ہوسکتا ہو تو اشارہ کرنا چاہیے، اگر آواز بلند کرنے ســے اثر ہوتا ہو تو آواز بلند کرنی چاہیے۔ اگر بینر، پلے کارڈ، احتجاجی مظاہرہ، احتجاجی کیمپ، ہڑتال، لوگوں کو اکٹھا کرنے، خوف دلانے اور رعب دکھانے سے نیز تشـویق سے جو ممکن ہو تو ایسا ہی کرنا چاہیے۔ (تفسیر نور)

35۔ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَکَ بِاَخِیۡکَ وَ نَجۡعَلُ لَکُمَا سُلۡطٰنًا فَلَا یَصِلُوۡنَ اِلَیۡکُمَا ۚۛ بِاٰیٰتِنَاۤ ۚۛ اَنۡتُمَا وَ مَنِ اتَّبَعَکُمَا الۡغٰلِبُوۡنَ ﴿۳۵﴾

فرمایا: ہم آپ کے بھائی کے ذریعے آپ کے بازو مضبوط کریں گے اور ہم آپ دونوں کو غلبہ دیں گے اور ہماری نشانیوں (معجزات) کی وجہ سے وہ آپ تک نہیں پہنچ پائیں گے، آپ دونوں اور آپ کے پیروکاروں کا ہی غلبہ ہو گا۔

(بلاغ القرآن)

36۔ فَلَمَّا جَآءَہُمۡ مُّوۡسٰی بِاٰیٰتِنَا بَیِّنٰتٍ قَالُوۡا مَا ہٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّفۡتَرًی وَّ مَا سَمِعۡنَا بِہٰذَا فِیۡۤ اٰبَآئِنَا الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۳۶﴾

پھر جب موسیٰ ہماری واضح نشانیاں لے کر ان کے پاس پہنچے تو وہ کہنے لگے: یہ تو بس گھڑا ہوا جادو ہے اور ہم نے اپنے اگلے باپ داداؤں سے ایسی باتیں کبھی نہیں سنیں۔

(بلاغ القرآن)

قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ٢٦ (شعراء، 26:26)

✎ وہ ساری گفتگو سورہ طہ آیت 50 سے، اور سورہ شعراء آیت 16 سے پڑھی جا سکتی ہے۔

37۔ وَ قَالَ مُوۡسٰی رَبِّیۡۤ اَعۡلَمُ بِمَنۡ جَآءَ بِالۡہُدٰی مِنۡ عِنۡدِہٖ وَ مَنۡ تَکُوۡنُ لَہٗ عَاقِبَۃُ الدَّارِ ؕ اِنَّہٗ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۳۷﴾

اور موسیٰ نے کہا: میرا رب اسے جانتا ہے جو اس کے پاس سے ہدایت لے کر آیا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ آخرت کا گھر کس کے لیے ہے، بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے۔

(بلاغ القرآن)

38۔ وَ قَالَ فِرۡعَوۡنُ یٰۤاَیُّہَا الۡمَلَاُ مَا عَلِمۡتُ لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرِیۡ ۚ فَاَوۡقِدۡ لِیۡ یٰہَامٰنُ عَلَی الطِّیۡنِ فَاجۡعَلۡ لِّیۡ صَرۡحًا لَّعَلِّیۡۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤی اِلٰہِ مُوۡسٰی ۙ وَ اِنِّیۡ لَاَظُنُّہٗ مِنَ الۡکٰذِبِیۡنَ ﴿۳۸﴾

اور فرعون نے کہا: اے درباریو! میں تمہارے لیے اپنے سوا کسی معبود کو نہیں جانتا، اے ہامان! میرے لیے گارے کو آگ لگا (کر اینٹ بنا دے) پھر میرے لیے ایک اونچا محل بنا دے تاکہ میں موسیٰ کے خدا کو (جھانک کر) دیکھوں اور میرا تو خیال ہے کہ موسیٰ جھوٹا ہے۔

(بلاغ القرآن)

- یہ فرعون کی بڑی بیوقوفانہ سے بات تھی۔ کہ چند میٹر اوپر جا کر خدا کو دیکھنا چاہتا تھا۔

اس تناظرے میں یہ بات بھی بڑی عجیب نکل کر آتی کہ مصریوں میں ہی "احرام/Pyramids" بنانے کا کانسیپٹ تھا، اور یہاں بھی اپنے وزیر کو یہی حکم دے رہے کے، بٹھی میں آگ لگا کر پکی اینٹیں سے کوئی بلڈنگ تعمیر کرو، تاکہ میں اس پر چڑھ کر دیکھ سکوں۔

- اس مناسبت سے اگر دیکھا جائے کہ حضرت موسٰی کب آئے تھے؟ اور احرام بنانا کب سے شروع ہوئے؟ تو پتہ چلتا ہے کہ

حضرت موسٰی علیہ السلام تو لگ بھگ 1500 قبل مسیح میں آئے تھے، اور احرامِ مصر تعمیر کرنے کا عروج ان سے کوئی 1000 سال پہلے سے شروع ہوا تھا۔

📖 Though pyramids were built from the beginning of the Old Kingdom to the close of the Ptolemaic period in the fourth century A.D., the peak of pyramid building began with the late third dynasty and continued until roughly the sixth (c. 2325 B.C.). (History.com)

39۔ وَ اسۡتَکۡبَرَ ہُوَ وَ جُنُوۡدُہٗ فِی الۡاَرۡضِ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ وَ ظَنُّوۡۤا اَنَّہُمۡ اِلَیۡنَا لَا یُرۡجَعُوۡنَ ﴿۳۹﴾

چنانچہ فرعون اور اس کے لشکر نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور یہ خیال کیا کہ وہ ہماری طرف پلٹائے نہیں جائیں گے۔

(بلاغ القرآن)

✎ ہر کسی کو اللہ ہی کی طرف پلٹ کر لوٹنا ہے، بس یہ بات ہر بندے کو یاد رکھنی چاہیے، ہر کام کرنے سے پہلے، ہر کام کرنے کے بعد۔ اور جو یہ بات بھول جائے، اُسے چاہیے کہ یہ آیت یاد کرلے۔

40۔ فَاَخَذۡنٰہُ وَ جُنُوۡدَہٗ فَنَبَذۡنٰہُمۡ فِی الۡیَمِّ ۚ فَانۡظُرۡ کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۴۰﴾

تو ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو گرفت میں لے لیا اور انہیں دریا میں پھینک دیا، پس دیکھ لو ظالموں کا انجام کیا ہوا۔

(بلاغ القرآن)

41- وَ جَعَلۡنٰہُمۡ اَئِمَّۃً یَّدۡعُوۡنَ اِلَی النَّارِ ۚ وَ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ لَا یُنۡصَرُوۡنَ ﴿۴۱﴾

اور ہم نے بنا دیا انہیں امام آگ کی طرف بلانے والے اور قیامت کے دن ان کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔

(اسرار احمد)

✎ لفظ "امام" کی مناسبت سے یہ لفظ اس سورہ میں دوسری بار آرہا ہے۔ پہلے آیت 5 میں ایک پازیٹو/مثبت انداز سے آیا ہے، اور اب ایک منفی/نیگیٹو sense میں آیا ہے۔

دوسری جانب احادیث کی روشنی میں (مثبت پہلو سے) 12 امام کا ذکر نبی اکرمﷺ کی احادیث میں بھی آیا، کہ ان کے 12 خلیفہ ہوں گے۔ (اوپر نقل کی گئ)

➤ اور ایک حدیث بتاتی ہے کہ اس امت کے 12 منافق بھی ہوں گے

➥ وَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ " إِنَّ فِي أُمَّتِي " . قَالَ شُعْبَةُ وَأَحْسِبُهُ قَالَ حَدَّثَنِي حُذَيْفَةُ . وَقَالَ غُنْدَرٌ أُرَاهُ قَالَ " فِي أُمَّتِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا لاَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلاَ يَجِدُونَ رِيحَهَا حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ثَمَانِيَةٌ مِنْهُمْ تَكْفِيكَهُمُ الدُّبَيْلَةُ سِرَاجٌ مِنَ النَّارِ يَظْهَرُ فِي أَكْتَافِهِمْ حَتَّى يَنْجُمَ مِنْ صُدُورِهِمْ " .

...that he said: In my Ummah, there would be twelve hypocrites and they would not be admitted to Paradise and they would not smell its odour, until the camel would pass through a needle's hole. Dubaila (ulcer) would be enough to (torment them) -a kind of flame of Fire which would appear in their shoulders and it would protrude from their chest. (Muslim, #2779b)

✎ مزید یہ کہ اس امت کے کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو جہنم کی طرف دعوت دے رہے ہوں گے۔

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ لَهُ وَلِعَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ائْتِيَا أَبَا سَعِيدٍ فَاسْمَعَا مِنْ حَدِيثِهِ. فَأَتَيْنَاهُ وَهُوَ وَأَخُوهُ فِي حَائِطٍ لَهُمَا يَسْقِيَانِهِ، فَلَمَّا رَآنَا جَاءَ فَاحْتَبَى وَجَلَسَ فَقَالَ كُنَّا نَنْقُلُ لَبِنَ الْمَسْجِدِ لَبِنَةً لَبِنَةً، وَكَانَ عَمَّارٌ يَنْقُلُ لَبِنَتَيْنِ لَبِنَتَيْنِ، فَمَرَّ بِهِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَمَسَحَ عَنْ رَأْسِهِ الْغُبَارَ وَقَالَ " وَيْحَ عَمَّارٍ، تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ، عَمَّارٌ يَدْعُوهُمْ إِلَى اللَّهِ وَيَدْعُونَهُ إِلَى النَّارِ ".

Narrated `Ikrima:

that Ibn `Abbas told him and `Ali bin `Abdullah to go to Abu Sa`id and listen to some of his narrations; So they both went (and saw) Abu Sa`id and his brother irrigating a garden belonging to them. When he saw them, he came up to them and sat down with his legs drawn up and wrapped in his garment and said, "(During the construction of the mosque of the Prophet) we carried the adobe of the mosque, one brick at a time while `Ammar used to carry two at a time. The Prophet passed by `Ammar and removed the dust off his head and said, "May Allah be merciful to `Ammar. He will be killed by a rebellious aggressive group. `Ammar will invite them to (obey) Allah and they will invite him to the (Hell) fire." (Bukhari, $#2812)

42- وَ اَتۡبَعۡنٰهُمۡ فِیۡ ہٰذِہِ الدُّنۡیَا لَعۡنَۃً ۚ وَ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ہُمۡ مِّنَ الۡمَقۡبُوۡحِیۡنَ ﴿۴۲﴾

اور ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی ہے اور قیامت کے دن یہ قبیح (چہرہ والے) ہوں گے۔

(بلاغ القرآن)

43۔ وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَاۤ اَہۡلَکۡنَا الۡقُرُوۡنَ الۡاُوۡلٰی بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَ ہُدًی وَّ رَحۡمَۃً لَّعَلَّہُمۡ یَتَذَکَّرُوۡنَ ﴿۴۳﴾

اور ہم نے پہلی اُمتوں کے ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی جو لوگوں کے لئے بصیرت اور ہدایت اور رحمت ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔
(جالندھری)

آپ ﷺ وہاں نہیں تھے

44۔ وَ مَا کُنۡتَ بِجَانِبِ الۡغَرۡبِیِّ اِذۡ قَضَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسَی الۡاَمۡرَ وَ مَا کُنۡتَ مِنَ الشّٰہِدِیۡنَ ﴿۴۴﴾

اور آپ اس وقت (طور کے) مغربی جانب موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کی طرف حکم بھیجا اور آپ مشاہدہ کرنے والوں میں سے نہ تھے۔
(بلاغ القرآن)

- **نبی اکرم ﷺ کی ذات بھی سب کچھ خود سے نہیں جانتی تھی۔ وہ نہیں جانتے تھے حضرت موسیٰؑ کے ساتھ کیا ہوا تھا؟ وہ نہیں جانتے تھے حضرت یوسفؑ کے ساتھ کیا ہوا تھا؟**

- **نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَیۡکَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ بِمَاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنَ ٭ۖ وَ اِنۡ کُنۡتَ مِنۡ قَبۡلِہٖ لَمِنَ الۡغٰفِلِیۡنَ ۳ (یوسف، 12:3)**
(اے نبی !) ہم آپ کو سنانے لگے ہیں بہترین قصہ اس قرآن کے ساتھ جو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے اور یقیناً آپ اس سے پہلے (اس سے) ناواقف تھے۔

- **تِلۡکَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَیۡبِ نُوۡحِیۡہَاۤ اِلَیۡکَ ۚ مَا کُنۡتَ تَعۡلَمُہَاۤ اَنۡتَ وَ لَا قَوۡمُکَ مِنۡ قَبۡلِ ہٰذَا ۛؕ (ھود، 11:49)**
اے نبی یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے نہ تم ان کو جانتے تھے اور نہ تمہاری قوم۔

- **پر اللہ نے وحی کے ذریعے ان کو کو یہ سب خبریں سنائیں۔**

➪ عقیدہ "حاضر و ناظر" – (چیک فیضان الرحمٰن، جلد 7، ص 202)

📖 المختصر: یہ دو الگ موضوع ہیں۔ حاضر ہونے کا تعلق جسم و بدن سے ہے۔ اور ناظر ہونے کا تعلق علم و ادراک سے ہے۔
اللہ تعالٰی کی ذات جسم و جسمانیت سے منزہ و مبرا ہے، اور اس کا علم ذاتی و کلی و احاطی ہے۔(یعنی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں)
جہاں تک مخلوق کا تعلق ہے جو کسی قسم کا جسم رکھتی ہے تو جسم کا خاصہ ہی یہ ہے کہ وہ ایک وقت میں ایک ہی جگہ ہوتا ہے۔ (قرآن و حدیث میں انبیاء و ائمہ کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی نفی سے جھلک رہے ہیں)
اور (مخلوق میں) جہاں تک ناظر کی نفی کا تعلق ہے، تو یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ کائنات میں خدا نے کوئی ایسی مخلوق خلق نہیں کی جس کا علم اس طرح کلی و احاطی ہو کہ کائنات ارضی و سماوی کا کوئی ذرہ بھی، ایک لمحہ کے لئے اس کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہو۔ (فیضان الرحمٰن)

45۔ وَ لٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَ مَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْۤ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَ لٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾

لیکن ہم نے بہت سی قوموں کو پیدا کیا پھر ان پر ایک طویل زمانہ گزر گیا اور آپ تو اہل مدین میں بھی مقیم نہیں تھے کہ انہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے لیکن یہ تو ہم ہیں (رسولوں کو) بھیجنے والے۔
(جوادی + اسرار احمد)

📖 حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی ایک لمبے وقفے کے بعد مبعوث ہوئے ہیں۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ایک لمبے وقفے کے بعد مبعوث برسالت کر رہے ہیں۔ (کوثر)

46۔ وَ مَا کُنۡتَ بِجَانِبِ الطُّوۡرِ اِذۡ نَادَیۡنَا وَ لٰکِنۡ رَّحۡمَۃً مِّنۡ رَّبِّکَ لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اَتٰىہُمۡ مِّنۡ نَّذِیۡرٍ مِّنۡ قَبۡلِکَ لَعَلَّہُمۡ یَتَذَکَّرُوۡنَ﴿۴۶﴾

اور آپ طور کے کسی جانب اس وقت نہیں تھے جب ہم نے موسیٰ کو آواز دی لیکن آپ کے پروردگار کی رحمت ہے کہ آپ اس قوم کو ڈرائیں جس کی طرف آپ سے پہلے کوئی پیغمبر نہیں آیا ہے کہ شاید وہ اس طرح عبرت اور نصیحت حاصل کرلیں۔

(علامہ جوادی)

✎ بات یہی ہے کہ یہ سب آپ کی طرف وحی کی جا رہی رب العٰلمین کی طرف سے۔

47۔ وَ لَوۡ لَاۤ اَنۡ تُصِیۡبَہُمۡ مُّصِیۡبَۃٌۢ بِمَا قَدَّمَتۡ اَیۡدِیۡہِمۡ فَیَقُوۡلُوۡا رَبَّنَا لَوۡ لَاۤ اَرۡسَلۡتَ اِلَیۡنَا رَسُوۡلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِکَ وَ نَکُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ﴿۴۷﴾

اگر یہ بات نہ ہوتی کہ انہیں ان کے اپنے ہاتھوں آگے بھیجے ہوئے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچتی تو یہ کہہ اٹھتے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا؟ کہ ہم تیری آیتوں کی تابعداری کرتے اور ایمان والوں میں سے ہو جاتے۔

(جوناگڑھی)

48۔ فَلَمَّا جَآءَہُمُ الۡحَقُّ مِنۡ عِنۡدِنَا قَالُوۡا لَوۡ لَاۤ اُوۡتِیَ مِثۡلَ مَاۤ اُوۡتِیَ مُوۡسٰی ؕ اَوَ لَمۡ یَکۡفُرُوۡا بِمَاۤ اُوۡتِیَ مُوۡسٰی مِنۡ قَبۡلُ ۚ قَالُوۡا سِحۡرٰنِ تَظٰہَرَا ۟ وَ قَالُوۡۤا اِنَّا بِکُلٍّ کٰفِرُوۡنَ ﴿۴۸﴾

پھر جب ہماری طرف سے حق ان کے پاس آگیا تو وہ کہنے لگے: جیسی (نشانیاں) موسیٰ کو دی گئی تھی ایسی انہیں کیوں نہیں دی گئی؟ تو کیا ان لوگوں نے اس سے پہلے موسیٰ کا انکار نہیں کیا انہوں نے کہا: یہ دونوں ایک دوسرے کی مدد کرنے والے جادو ہیں اور کہا: ہم ان سب کے منکر ہیں۔

(اظہر+جوادی+بلاغ القرآن)

📖 **اَوَ لَم یَکفُرُوا بِمَا اُوتِیَ مُوسٰی :ان کے جواب میں فرمایا: تو کیا موسیٰ کے ان عظیم معجزات کو دیکھ کر لوگ ایمان لے آئے؟ ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تاریخ بڑے اہتمام کے ساتھ بیان فرماتا ہے کہ اس کی طرف سے عظیم معجزات کے باوجود قوم فرعون نے ایمان قبول نہ کیا۔ تاریخ انبیاء شاہد ہے معاندین کبھی بھی معجزات کو دیکھ کر ایمان نہیں لائے۔ نہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آتش کو گلزار ہوتے دیکھ قوم نمرود کا کوئی فرد مؤمن بنا، نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نو معجزات کو دیکھ قوم فرعون ایمان لائی۔ (کوثر)**

✎ **"دونوں" سے مراد غالباً "توریت" و "قرآن" ہوسکتا کہ اگلی آیت کتاب کے حوالے سے ہوتی۔**

"دونوں ایک دوسرے کو سپورٹ کرتیں" مطلب دونوں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں، ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں، اور ایک دوسرے کے معنٰی و مفاہیم و مطالب ایک جیسی ہیں۔

جیسے اللہ کہتا ہے "نہ اللہ کا قول بدلتا ہے" اور "نہ اللہ کی سنت"

- لَا تَبۡدِيۡلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ "اللہ کی باتیں بدلتی نہیں" (یونس، 10:64)
- فَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبۡدِيۡلًا ۚ وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحۡوِيۡلًا (فاطر، 35:43)

📖 جمود کا شکار لوگ جدید اور منطقی بات قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ "لو لا اوتی مثل ما اوتی موسی" (تفسیر نور)

49۔ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِكِتٰبٍ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ هُوَ اَهۡدٰى مِنۡهُمَاۤ اَتَّبِعۡهُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۴۹﴾

تو آپ کہہ دیجئے کہ اچھا تم پروردگار کی طرف سے کوئی کتاب لے آؤ جو دونوں سے زیادہ صحیح ہو اور میں اس کا اتباع کرلوں اگر تم اپنی بات میں سچے ہو۔
(جوادی)

50۔ فَاِنۡ لَّمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡا لَكَ فَاعۡلَمۡ اَنَّمَا يَتَّبِعُوۡنَ اَهۡوَآءَهُمۡ ؕ وَ مَنۡ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيۡرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۵۰٪﴾

پس اگر وہ آپ کی یہ بات نہیں مانتے تو آپ سمجھ لیں کہ یہ لوگ بس اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور اللہ کی طرف سے کسی ہدایت کے بغیر اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والے سے بڑھ کر گمراہ کون ہو گا؟ اللہ ظالموں کو یقینا ہدایت نہیں کرتا۔
(بلاغ القرآن)

📖 وَ مَنۡ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ :خواہش پرستی گمراہی کا آخری زینہ ہے۔ جب خواہش پرستی بِغَيۡرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ اللہ کی طرف سے

ہدایت کے بغیر ہو تو اس خواہش پرســتی ســے زیادہ گمراہی ہو نہیں سکتی۔ (کوثر)

- اور اس نے پیروی کی اپنی خواہشات کی تو اس کی مثال کتے کی سی ہے۔ (اعراف، 7:176)
- کیا تم نے اس شخص کے حال پر غور کیا ہے جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا خدا بنا لیا (فرقان، 25:43)
- اور خواہش نفس کی پیروی نہ کر کہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔ (ص، 38:26)

لفظ "خواہش"، عربی میں "هَوَىٰ" (ھ و ی) قرآن میں 38 مرتبہ آیا ہے۔

غیب کا علم/سارے قصص الانبیاء کا علم

51۔ وَ لَقَدۡ وَصَّلۡنَا لَهُمُ الۡقَوۡلَ لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ ﴿۵۱﴾

اور یقیناً ہم نے (ہدایت کی) باتیں مسلسل ان کے لیے بیان کیں کہ شاید کہ یہ نصیحت حاصل کریں۔

(اظہر)

- جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو پڑھتے ہیں جیسا کہ حق ہے پڑھنے کا یہی لوگ ایمان لاتے ہیں اس پر اور جو اس کا انکار کرے تو وہی گھاٹے میں رہنے والے ہیں۔ (بقرہ، 2:121)

- اور بے شک اہل کتاب میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کتاب کو بھی مانتے ہیں جو تمھاری طرف بھیجی گئی ہے اور اس کتاب کو بھی مانتے ہیں جو اس سے پہلے خود ان کی طرف بھیجی گئی تھی، وہ اللہ کے آگے جھکے ہوئے ہیں اور وہ اللہ کی آیتوں کو تھوڑی قیمت پر بیچ نہیں دیتے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور اللہ جلدحساب لینے والا ہے۔ (آل عمران، 3:199)

- اَوَلَمۡ يَكُنۡ لَّهُمۡ اٰيَةً اَنۡ يَّعۡلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ۱۹۷ (شعراء، 26:197)
(کیا ان کے لیے یہ نشانی کافی نہیں ہے کہ اس کو جانتے ہیں علمائے بنی اسرائیل)

لوگوں کو راہ راســت دکھانے کے لیے ہم مســلســل ہدایت بھیجتے رہے ہیں۔ چناچہ تورات ' زبور ' انجیل اور قرآن اســی "ســلــسلة الذھب" سنہری زنجیر کی کڑیاں ہیں۔ (اسرار احمد)

✎ بالفرض اگر کوئی شــخص مرنے کے بعد وہ ســب نظارے دیکھ کر آئے، جو مرنے کے بعد ہوتا۔ موت کے فوراً بعد کیا ہوگا؟ جنت کیسی ہوگی؟ جہنم کیسا ہوگا؟ اور قیامت کا منظر کیا ہوگا؟

اور واپس آکر سب بتائے، کہ یہ حق ہے، یہ یقینی ہے، جنت ایسی ہے، جہنم ایســی ہے ... بس آپ کو مرنے کی دیر ہے اور ســب کھل کر سامنے آجائیگا۔

اور اس کا بیان وہی ہو جو قرآن مسلسل بیان کیے جا رہا ہے!

تو ســمجھ جانا چاہیے ہمیں وہ ســب خبریں قرآن کے تواســل ســے پہلے سے مل رہی ہیں۔ پر ہم سن کر بھی کان نہیں دھر رہے۔

وَ لَقَدۡ صَرَّفۡنَا لِلنَّاسِ فِیۡ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنِ مِنۡ کُلِّ مَثَلٍ ۫ فَاَبٰۤی اَکۡثَرُ النَّاسِ اِلَّا کُفُوۡرًا ﴿۸۹﴾ بنی اسرائیل: ۱۷
اور بتحقیق ہم نے اس قرآن میں ہر مضمون کو لوگوں کے لیے مختلف انداز میں بیان کیا ہے لیکن اکثر لوگ کفر پر ڈٹ گئے۔

52۔ اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِہٖ ہُمۡ بِہٖ یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۲﴾

جنہیں ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔
(بلاغ القرآن)

53۔ وَ اِذَا یُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِہٖۤ اِنَّہُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّنَاۤ اِنَّا کُنَّا مِنۡ قَبۡلِہٖ مُسۡلِمِیۡنَ ﴿۵۳﴾

اور جب ان پر تلاوت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے یہ ہمارے رب کی طرف سے برحق ہے اور ہم تو پہلے ہی سے مسلم ہیں۔
(اظہر)

اے نبی ﷺ ، ان لوگوں سے کہہ دو کہ تم اسے مانو یا نہ مانو ، جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا ہے ، انہیں جب یہ سنایا جاتا ہے تو وہ منہ کے بل سجدے میں گر جاتے ہیں۔ (اسراء، 17:107)

مِلَّۃَ اَبِیۡکُمۡ اِبۡرٰہِیۡمَ ؕ ہُوَ سَمّٰىکُمُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ۬ۙ مِنۡ قَبۡلُ وَ فِیۡ ہٰذَا لِیَکُوۡنَ الرَّسُوۡلُ (حج، 22:78)

قائم ہو جائو اپنے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کی ملت پر۔ اللہ نے پہلے بھی تمہارا نام " مسلم " رکھا تھا اور اس (قرآن) میں بھی (تمہارا یہی نام ہے)۔

📖 یعنی اس سے پہلے بھی ہم انبیاء و رسل علیہ السلام اور آسمانی کتب کے ماننے والے تھے اور اب محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کتاب لے کر آئے ہیں تو اس کو بھی ہم نے مان لیا ہے۔ لہٰذا ہمارے دین میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ ہم پہلے بھی مسلمان تھے اور اب بھی مسلمان ہیں۔ (اسرار احمد)

📖 شان نزول :ان آیات کے شان نزول میں متعدد روایات ہیں۔ ان میں سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ آیات اہل انجیل کے ان چالیس افراد کی شان میں نازل ہوئی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث برسالت ہونے سے پہلے ان پر ایمان لا چکے تھے۔ ان میں سے ۳۲ افراد کا تعلق حبشہ سے تھا جو حضرت جعفر بن ابی طالب کے ہمراہ آئے۔ آٹھ افراد شام سے آ گئے تھے۔ ان میں بحیراء، ابرھۃ، الاشرف، ایمن، ادریس، نافع اور تمیم شامل تھے۔(المیزان ذیل آیات) (کوثر)

📖 حبشہ میں جن لوگوں نے صحابہ رض کی کوششوں سے ایمان قبول کیا تھا بعد میں ان میں سے کچھ لوگ حضور ﷺ سے ملاقات کے ارمان میں ایک وفد کی صورت میں مکہ آئے اور حضور ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔ جب مشرکین مکّہ کو ان لوگوں کی آمد کا علم ہوا تو انہوں نے ان لوگوں سے بہت بےہودہ باتیں کیں' انہیں طعنے دیے اور ان کا خوب تمسخر اڑایا کہ تم لوگ بہت احمق ہو جو اپنی الہامی کتاب کو چھوڑ کر اس نئے دین میں

شامل ہوگئے ہو۔ آیت زیر مطالعہ میں اس وفد کے لوگوں کا جواب نقل ہوا ہے جو انہوں نے مشـــرکین مکہ کو دیا تھا کہ ہمارا آپ لوگوں سے کچھ سروکار نہیں‘ ہم اپنے اعمال کے ذمہ دار ہیں اور تم لوگ اپنے اعمال کے۔ ہم اللہ کے فضـل ســـے پہلے بھی حق پر تھے اور اب ہمیں اس حق پر بھی ایمان لانے کی ســعادت ملی ہے جو قرآن کی صــورت میں ہمارے رب کی طرف ســـے آیا ہے۔ (بیان القرآن – اسرار احمد)

- ان دونوں آیات کو اگر شــانِ نزول ســـے ہٹ کر پڑھا جائے تو ایســا محسوس ہوتا جیسے یہ کلی طور پر بات کرتی ہو، یعنی سب اہلِ کتاب (طوعاً و کرھاً) ایمان لاتے ہیں۔ اور زبان سے نہ صحیح پر دل سے قبول کرتے ہیں، اور دل سے اقرار بھی کرتے ہیں کہ یہ رب کی طرف سے ہے۔ (اگر وہ سچے "اہلِ کتاب" ہوں گے تو، باقی "یہود" و "نصارٰی" بن چکے تو بات الگ ہے۔)

- یہ آیات بتاتی کہ اس ســورۃ ســـے پہلے ســورہ مریم نازل ہوچکی تھی، اور اتنا وقت گزرا کہ وہ وفد حبشہ سے مکہ پہنچا۔

54۔ اُولٰٓئِکَ یُؤۡتَوۡنَ اَجۡرَہُمۡ مَّرَّتَیۡنِ بِمَا صَبَرُوۡا وَ یَدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ وَ مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ﴿۵۴﴾

انہیں ان کے صبر کے صلے میں دو بار اجر دیا جائے گا اور بھلائی کے ساتھ برائی کو دور کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے اُن کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔
(اظھر)

✎ دو اجر شاید اس حساب سے کے ایک نیکی پچھلے دینِ حق پر ثابت قدم رہنے کی (بغیر تحریف کیے)۔ اور دوسری نیکی جب اللہ کا نیا پیغام / نئیں حدیث آگئی تو اسے قبول کرنے کی نیکی۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ ۖ (زمر، 39:23)

۱۔ برائی کا مقابلہ نیکی سے کرنا ایک جرأت مندانہ قدم ہے۔

۲۔ حق کی خاطر مذہب بدلنا بھی جرات مندانہ قدم ہے۔ (کوثر)

55۔ وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغۡوَ اَعۡرَضُوۡا عَنۡهُ وَ قَالُوۡا لَنَاۤ اَعۡمَالُنَا وَ لَكُمۡ اَعۡمَالُكُمۡ ۫ سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ ۫ لَا نَبۡتَغِى الۡجٰهِلِيۡنَ ﴿۵۵﴾

اور جب وہ بیہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے منه پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں: ہمارے اعمال ہمارے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے لیے، تم پر سلام ہو ہم جاہلوں کو پسند نہیں کرتے۔

(بلاغ القرآن)

وَعِبَادُ الرَّحۡمٰنِ الَّذِيۡنَ يَمۡشُوۡنَ عَلَى الۡاَرۡضِ هَوۡنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الۡجٰهِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا ٦٣ (فرقان، 25:63)

رحمٰن کے (اصلی) بندے وہ ہیں جو زمین پر نرم چال چلتے ہیں اور جاہل ان کے منه آئیں تو کہه دیتے ہیں کہ تم کو سلام

قَالَ سَلٰمٌ عَلَيۡكَ‌ۚ سَاَسۡتَغۡفِرُ لَكَ رَبِّىۡ‌ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِىۡ حَفِيًّا ٤٧ (مریم، 19:47)

ابراہیم نے کہا " سلام ہے آپ پر۔ میں اپنے رب سے دعا کروں گا کہ آپ کو معاف کردے ' میرا رب مجھ پر بڑا ہی مہربان ہے۔

وَيَرَى الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ الَّذِىۡۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ هُوَ الۡحَقَّ ۙ(سباء، 34:6)

اور جن کو علم دیا گیا ہے وہ، اس چیز کو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس بھیجا گیا ہے، جانتے ہیں کہ وہ حق ہے۔

وہ مذہب بدلنے پر پیش آنے والی بدکلامیوں، طعنوں اور ملامتوں کا جواب بردباری، خوش اخلاقی اور خوش کلامی سے دیتے ہیں۔

(کوثر)

✎ "حق کی پہچان" کا میزان "صــرف قرآن" ہے۔ جب ایک بار معلوم ہوجائے تو دوہرا اجر تبھی ملے گا جب اس حق کو قبول بھی کیا جائے۔ (اپنے غلط خیالات و افکار اور عادتوں کو ٹھکرایا جائے، جو خصوصاً قرآن سے مطابقت نہ رکھتے ہوں، اور قرآن کی بات قوبل کر لینی چاہیے اگر وہ تمہارے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔) چاہیں باتیں بنانے والے ہزار باتیں کیوں نہ بنائیں۔

کیونکہ بندے کو معلوم ہے جب حق میرے پاس آگیا تو مجھے خود اکلوتا اب اللہ کو جواب دینا ہے! اس لیے: لَنَا اَعمَالُنَا وَ لَكُم اَعمَالُكُم ۡ سَلٰمٌ عَلَیكُم۔

📖 یہ ســلام، تحیت و اکرام نہیں ہے بلکہ ســلام وداع و جدائی اور بیزاری ہے جیسے آیہ وَّ اِذَا خَاطَبَہُمُ الجٰہِلُونَ قَالُوا سَلٰمًا (۲۵فرقان: ۶۳) میں سلام ہے۔ [(کوثر)]

✎ امربالمعروف و نہی عن المنکر بھی ایک حد تک ہوتا ہے، اور جب بـات کو ســمجھنے کے بجـائے لوگ ذاتیـات اور گـالی گلوچ اور بیہودگی پر اتر آئیں تو سلام کر کے رخصت ہوجانا چاہیے۔

سورہ کافرون میں نبی اکرمﷺ کے لیے بھی کچھ یہی الفاظ ہیں۔

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ

"تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین"

(کافرون، 109:6)

ہدایت صرف اللہ سے

56۔ اِنَّکَ لَا تَہۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُہۡتَدِیۡنَ ﴿۵۶﴾

(اے رسول) جسے آپ چاہتے ہیں اسے ہدایت نہیں کر سکتے لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔
(بلاغ القرآن)

✎ یہ آیت اور اس جیسے قرآن کی کئی آیات کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ "ہدایت" دینا صرف اللہ کی ذات سے منصوب ہے۔ ایک اولالعزم رسول بھی ہدیات نہیں دے سکتے، ان کا کام صرف پیغام پہنچانا ہے۔
اس ٹاپک پر پورا ایک باب ہم نے سورہ لیل کے آخر میں آیت "اِنَّ عَلَینَا لَلھُدٰی" کے تحت تفصیلی طور قرآن سے ریسرچ پیش کی ہے کہ ہدایت صرف اللہ دیتا ہے۔

📖 اِنَّکَ لَا تَہدِی مَن اَحبَبتَ :آپ جسے چاہتے ہیں ہدایت نہیں دے سکتے۔ ہدایت کی دو صورتیں ہیں:
پہلی صورت راستہ دکھانا، دوسری صورت منزل تک پہنچانا ہے۔
اس آیت میں پہلی صورت کا ذکر نہیں ہے چونکہ ہدایت بمعنی راستہ دکھانا کی نفی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں ہو سکتی۔ رسول ؐ تو ہر ایک کو راہ راست دکھائیں گے۔ آگے کوئی اس ہدایت کو قبول کرے یا نہ کرے۔ نجات کا راستہ دکھانا رسول کا فرض منصبی ہے۔
آیت کا موضوع دوسری صورت کی ہدایت ہے۔ یعنی منزل تک پہنچانا۔ ایمان کی منزل پر فائز کر دینا یہ رسول کی ذمہ داری نہیں ہے۔ (کوثر)

✎ مفسر کوثر کی بات سے اختلاف کرتے ہوئے، سوال یہ ہے کہ نبی کریمﷺ تو سب کو "راستہ دکھاتے" تھے۔ پر اس کے باوجود کئی لوگ ماننے کو تیار نہیں تھے۔

📖 سورة الحجر (15)، آیت 14-15:

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ لَقَالُوا إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ

ترجمہ:

"اور اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں، اور وہ دن دہاڑے اس میں چڑھنے لگیں،
تو بھی وہ کہیں گے: ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا گیا ہے، بلکہ ہم پر جادو کیا گیا ہے"!
(سورہ الحجر 15:14-15)

فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى ٱلْأَبْصَـٰرُ وَلَـٰكِن تَعْمَى ٱلْقُلُوبُ ٱلَّتِى فِى ٱلصُّدُورِ۔ (حج، 22:46)

بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔"

تو پھر "ہدایت کا راستہ" واضح "دیکھنے" کے باوجود قبول کیوں نہیں کیا؟

اس لیے نبی کا کام (جیسا کہ قرآن نے ہی بتایا کہ) صرف پیغام پہنچانا ہے۔

📖 یٰاَیُّہَا الرَّسُولُ بَلِّغ مَا اُنزِلَ اِلَیکَ مِن رَّبِّکَ .... (۵ مائدہ: ۶۷)
اے رسول ! جو کچھ آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے اس کو پہنچا دیجیے۔

اَنَّمَا عَلٰی رَسُولِنَا البَلٰغُ المُبِینُ(۵ مائدہ: ۹۲)
ہمارے رسول کی ذمے داری تو بس واضح طور پر حکم پہنچا دینا ہے۔

فَاِنَّمَا عَلَیکَ البَلٰغُ وَ عَلَینَا الحِسَابُ (۱۳ رعد: ۴۰)
آپ کے ذمے صرف پیغام پہنچانا اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے۔

لَیسَ عَلَیکَ ہُدٰیہُم وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یَہدِی مَن یَّشَآءُ .... (۲ بقرۃ: ۲۷۲)
آپ کے ذمے نہیں ہے کہ انہیں (جبراً) ہدایت دیں بلکہ خدا ہی جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ (کوثر)

✎ اس "پیغام پہنچانے" میں "راستہ دکھانا" بھی شامل ہے، اور "منزل تک پہنچانا" بھی شامل ہے۔ (راستہ دکھانا مطلب: عقیدہ اور أصولِ دین۔ اور منزل تک پہنچانا مطلب: شریعت، فروعِ دین)
ہر نبی نے یہ دونوں ہی کام "بلٰغ المبین" کے تحت پہنچا دیے۔ (بیان کر کر، اور کر کے دکھا کر)
دونوں صورتوں میں کون صحیح عقیدہ اپناتا ہے اور کون صحیح شریعت پر عمل کرتا ہے۔ یقیناً یہ نبی کی ذمہ داری نہیں ہے۔
انہوں نے اپنا پیغام پہنچا دیا، اب کون ہدایت حاصل کرتا ہے، یہ توفیقِ الٰہی سے ہے۔ (واللہ اعلم)

اور ان میں ایسے بھی ہیں جو آپ کو دیکھتے ہیں۔ تو کیا آپ اندھوں کو ہدایت دیں گے خواہ وہ دیکھتے نہ ہوں! (یونس، 10:43)

اگر راستہ دکھانا بھی "ہدایت" ہے تو یہ آیت تردید کرتی ہے کہ یہ "ہدایت" بھی کیا آپ دے سکتے ہیں؟ کچھ لوگ آنکھوں والے ہیں، آپ کی طرف دیکھ بھی رہے ہیں، پر پھر بھی ان کو کچھ نظر نہیں آرہا۔

نَّهۡدِیۡ بِهٖ مَنۡ نَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِنَا ؕوَاِنَّكَ لَتَهۡدِیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۙ ۵۲ (شوریٰ، 42:52)
ہم ہدایت دیتے ہیں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں اور آپ ﷺ یقینا سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔

یہ ایک آیت ہے جو کہتی "آپ صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دیتے ہو۔"
اس آیت میں راستہ دکھانے والا مفہوم نکلتا ہے۔
پر کہہ سکتے، "پیغام پہنچانا" سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرنا ہی ہے۔ اور اس آیت کا پہلا حصہ بھی اللہ ہی کی طرف ہے کہ "ہم جسے چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے..."

ایمانِ ابوطالب

اہل سنت کے اکثر مفسرین نے اسے خواہ مخواہ جناب ابوطالب ؑ سے متعلق قرار دیا ہے ... مذہب حق کے لحاظ سے یہ روایت درست نہیں، اس لئے کہ جناب ابوطالبυ شروع دن سے مومن تھے۔ (فصل الخطاب)

✎ ویسے تو سیاق و سباق کو دیکھتے ہوئے، ان کا ذکر یہاں کہیں سے بھی ایڈجسٹ نہیں ہوتا۔
اور یہ آیت جو "ہدایت" پر ٹاپک پر بات کرتی ہے، یہ پہلی و اکلوتی آیت نہیں ہے، اس پر کئی آیات قرآن میں موجود ہیں۔
اور نبی اکرمﷺ کی ذات صرف اپنے چچا، عزیزو أقارب کے لیے نہیں، بلکہ جو "رحمۃ اللعٰلمین" ہیں وہ سب کے لیے حریص ہیں کہ سب ایمان لے آئیں۔

"تمھارے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم میں سے ہے تمھارا نقصان میں پڑنا اس پرشاق ہے وہ تمھاری بھلائی کا حریص ہے۔" (توبہ، 9:128)

اور ویسے تو سنی مفسرین باقی چیزوں میں کافی باریک بینی سے کام لیتے ہیں، جیسے اسی سورۃ کی مثال لیتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد کہتے، وہ مدین کے "شیخ کبیر" ضروری نہیں کہ "حضرت شعیب علیہ السلام" ہوں، کیونکہ انکا "نام" نہیں آیا۔
حافظ احمد یار کہتے ہیں "ہامان" ضروری نہیں کہ فرعون کے "وزیر" ہوں، کیوں کہ قرآن نے "وزیر" کے حیثیت سے ان کو متعارف نہیں کروایا گیا۔
پر یہاں نہ جناب ابوطالب ؑ کا نام آتا ہے، اور نہ ہی کسی بھی حوالے سے نبی اکرمﷺ کے آبا اجداد کا یا اقربا کا کوئی ذکر ہوتا ہے۔
پر سنی مفسرین پھر بھی یہاں ابوطالبؑ کا نام لے کر ان کا ایمان نہ لانا ثابت کرنا اپنی اولین ذمہ داری سمجھتے کہ اپنی تفسیروں میں اس آیت کے ضمن میں جناب ابوطالبؑ کے کفر کو بیان کیا جائے اور ان روایتوں کو بیان کیا جائے کہ انہوں نے کلمہ نہیں پڑھا تھا! (عجیب ہے!)

اور ویسے یہ بات عقلی طور پر بے عقلی ہے کہ صرف زبان سے کلمہ کے الفاظ کو اداکرنے سے بندہ مسلمان ہوجائے اور نجات یافتہ بن جائے۔

اصل ایمان تو انسان کا دل میں ہوتا ہے، اور اس کے قول و کردار سے ثابت ہوتا ہے، (ایسے تو کئی منافق بھی کلمہ گو تھے، جن کے متعلق ایک حدیث (12 منافق والی) اوپر بیان کی گئی کہ وہ جنت کی بو بھی نہیں سونگ سکھیں گے۔ کلمہ پڑھنا ہی معیار ہے تو پھر ایسے کلمہ گوئی کا کیا فائدہ؟)

باقی ایمانِ ابوطالبؑ تو ان کے کردار اور اسلام کی خدمات سے ثابت ہے۔ اس سے بڑی خدمت کیا ہوسکتی ہے کہ وہ اُس ہستی کے ہی محافظ تھے جس ہستی سے اسلام پوری دنیا میں پھیلا۔ (یعنی ہم مسلمان نہ ہوتے، اگر نبی اکرمﷺ نہ ہوتے، اور نبی ﷺ بھی ممکناً نہ ہوتے اگر ابوطالبؑ ان کے اوپر سپر نہ ہوتے۔)
کہ جنہوں نے بچپنے سے انکو پالا پوسا، سینے سے لگا کر سلایا... اور جب نبوت کا اعلان کیا تو ان کے محافظ اور ڈھال بن کر رہے۔ مکہ کا کوئی مشرک ابوطالبؑ کی حیات میں نبی اکرم ﷺ کو چھو نہ سکا۔ اور آپﷺ کو قتل کا منصوبہ تب بنا، جب جناب ابوطالب وفات پاگئےاور پھر ہجرت کرنے کی نوبت آگئی، کہ مکہ اب "محفوظ" جگہ نہ رہا۔

سورہ شعراء کی آیت 214 (وَاَنذِر عَشِیرَتَكَ الاَقرَبِینَ) کے تحت جب اقربین کو دعوت (ذوالعشیرہ) دی گئی... تو اس دعوت کو

کامیاب بنانے میں امام علیع اور جناب ابوطالبؑ کا ہاتھ تھا۔ کہ بیٹے نے دعوت کا انتظام کیا، اور باپ نے مخالفین کے منھ بند کیے۔ (جو کافر ہو مشرک ہو، وہ نبیﷺ کی اور اسلام کی خیرخواہی اور سہولت کاری کیوں کرے؟)

نبی اکرمﷺ کے جتنے بھی چچا تھے (غالبا 10 تھے)، وہ یا تو ایمان لے آئے (جیسے چچا عباسؓ و حمزهؓ)، یا تو انہوں نے کھلم کھلا دشمنی کی (جیسے ابولھب)، باقی قبل از اسلام وفات پاچکے۔ باقی رہ گئے ابوطالب۔ اب اگر زبان سے کلمہ پڑھتے انکو کسی نے نہیں سنا، تو پوری زندگی نبی اکرمﷺ کی خدمت کرکے اور نکو سپورٹ کر کے کیا انہوں نے اپنا ایمان ثابت نہیں کیا؟

اب یہ "کلمہ سننے" والے لوگ تو دادا عبدالمطلب کا بھی کلمہ ثابت نہیں کرسکتے، پر سورہ قریش کا شان نزول واضح طور پر بتاتی کہ وہ موحد تھے، دین حنیف کے پیروکار تھے۔ (کہ وہ کہتے کہ کہ اس کعبہ کا بھی ایک رب ہے، وہ اسکی حفاظت خود کرے گا۔)
بیبی حلیمہ سعدیہ کا بھی (کسی صحیح و مستند حدیث سے) کلمہ ثابت نہیں کرسکتے، جس کا دودھ پی کر نبی اکرمﷺ کا گوشت پوست بنا۔ اللہ کہتا قرآن میں مشرک نجس ہے، تو کیا نبی اکرمﷺ کسی نجس کا دودھ پی سکتے ہیں؟ کیا کوئی نجس ان کی خدمت کے لیے مامور ہوسکتا ہے؟ (اگر انہوں نے دودھ پیا بھی تو، تب وہ بغیر کلمہ پڑھے اپنے ایمان سے پہلے سے موحد تھیں۔)

اللہ تعالی اپنے ایک رسول (موسیٰ) کی پرورش کے لیے، بہت مشکل حالات میں بھی اپنی ماں سے ملوادیتے ہیں، پر اللہ تعالیٰ کو (معاذاللہ) اپنے دوسرے رسول کی پرورش کے لیے کوئی موحد و پاک شخص نہ مل سکا؟! (عجیب ہے!)

بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ (جیسے قارون کو دولت اللہ کی طرف سے ملی، حالانکہ وہ کہتا ہے کہ یہ مجھے اپنے ہنر سے ملی ہے۔ ایسے ہی) نبی اکرمﷺ کی کفالت اللہ ہی کی مرضی و منشٰی سے حضرت ابوطالب کے نصیب میں آئی۔ یہ آیت اس پر دلیل ہے:

- **اَلَمۡ یَجِدۡكَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی (ضحی، 93:6)**

- **قرآن کہتا ہے کہ "اول مہاجرین و انصار کا رتبہ الگ ہے" (سورہ توبہ، 9:100)**

اور سور انفال آیت 72 اس کو اور اس طرح کلیئر کرتی کہ:

- **جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے جان و مال سے جہاد کیا اور وہ لوگ جنھوں نے پناہ دی اور مدد کی، وہ لوگ ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور جو لوگ ایمان لائے مگر انھوں نے ہجرت نہیں کی تو ان سے تمھارا رفاقت کا کوئی تعلق نہیں جب تک کہ وہ ہجرت کرکے نہ آجائیں۔۔۔ (انفال، 8:72)**

- **جب "اول" ہونا اتنی بڑی فضیلت کا حامل ہے تو حضرت ابوطالب "ان "اولین" سے بھی کہیں اول ہیں۔ کہ انھوں نے تب سے نبی اکرمﷺ کو سپورٹ کیا، جب دنیا جہاں ان کی ذات سے کچھ بھی واقف نہ تھی۔**

باقی دنیا کو ابھی 32 سال اور لگنے ہیں، نبی اکرمﷺ پر ایمان لانے میں۔ اور ابوطالب ان "اول ایمان لانے والوں سے" کوئی 32 سال پہلے، نبی اکرمﷺ کے وجود سے کرامات و برکات دیکھ عملی طور ایمان لا چکے۔ (اگر نہ ہوتا تو کبھی انکو سپورٹ نہ کرتے)

- **ایک آخری بات: ایمان ظاہر نہ کرنے کے معاملے میں۔ اصحابِ کہف نے ایمان ظاہر نہ کیا، مومن آل فرعون نے ایمان چھپایا... وہ تو قابلِ مدح ٹھرے۔ (پر ابوطالب "کچھ لوگوں" کی نظروں میں قابلِ مذمت بن گئے۔)**

- **باقی، "روایتوں" کے حوالے سے تفسیر کوثر میں "ایمانِ ابوطالب" پر تفصیلی ڈسکس کی گئی ہے (رجوع کیا جائے :تفسیر کوثر)**

- (شروع میں، میں نے ارادہ کیا کہ میں اس ٹاپک پر اس آیت کے ضمن میں کچھ بات نہیں کروں گا، کیونکہ ٹیکنیکلی ایسی کوئی دلیل نہیں کہ اس آیت میں "ایمانِ ابوطالب" کی بات ڈسکس کی جائے ۔ پر چند جملے لکھنے چاہے... تو بات یہاں تک پہنچ گئی۔)

- جب بات یہاں تک پہنچ ہی گئی ہے تو خیال آیا
اہل سنت کی مشہور سب تفاسیر (لگ بھگ 40) چیک کر کے دیکھا جائے کہ کس کس نے ایمانِ ابوطالب کو یہاں ڈسکس کرنا ضروری سمجھا... اور کس کس نے اس کو skip کیا ہے۔

- جنہوں نے ڈسکس کیا:
تفہیم القرآن – مودودی، مفتی محمد شفیع، احسن البیان – صلاح الدین یوسف، سراج البیان -حنیف ندوی، سعید احمد دہلوی، ڈاکٹر محمد عثمان، شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی، محمد آصف قاسمی، مولانا اسحاق مدنی، شیخ محمد

عبدلفلاح، تفسـیر بغوی، روح القرآن، مدارک التنزیل، جواہر القرآن، عاشـق الٰہی مدنی، دُر منثور، قرطبی، عبدالسـلام بھٹوی، تفسـیر ابن عباس، تفسـیر مظهری، عبدالرحمٰن کیلانی، اسرار احمد، تفسیر عثمانی، فی ظلٰل القرآن۔

⇦ جنہوں نے ڈسکس نہیں کیا:

امین احسن اصلاحی، اشرف علی تھانوی، عروۃ الوثقیٰ – عبدالکریم اسری، انوار البیاب – محمد علی پی سی ایس، محترمہ رفعت اعجاز، اسرار التنزیل – محمد اکرم أعوان، امام ابوبکر الجصاص، عبدالرحمٰن ابن ناصر السعدی، حافظ محمد سید حسن، تفسیر حقانی، مفردات القرآن، عبدالحمید سواتی، محمد ادریس کاندھلوی، تفسیر جلالین، تفسیر ماجدی، مفتی محمد تقی عثمانی۔

📖 **أصول کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اپنے معاملہ کو خدا کے لیے خالص رکھو۔ لوگوں کو خوش کرنے کی کوشش نہ کرو۔ جو کام خدا کے لیے کیا جائے تو وہ خدا کے لیے رہتا ہے اور جو کام مخلوق کے لیے کیا جائے تو وہ آسمان تک سفر نہیں کرتا۔ اپنے دین کے لیے لوگوں سے خواہ مخواہ کا جھگڑا نہ کرو کیونکہ جھگڑا دل کو بیمار کرتا ہے۔ اللہ تعالٰی نے اپنے نبی سے کہہ دیا ہے: "۔ اِنَّکَ لَا تَہدِی مَن اَحبَبتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یَہدِی مَن یَّشَآءُ " یعنی اے نبی! تم جسے چاہو ہدایت نہیں دے سکتے خدا جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔" (نورالثقلین)**

57۔ وَ قَالُوۡۤا اِنۡ نَّتَّبِعِ الۡہُدٰی مَعَکَ نُتَخَطَّفۡ مِنۡ اَرۡضِنَا ؕ اَوَ لَمۡ نُمَکِّنۡ لَّہُمۡ حَرَمًا اٰمِنًا یُّجۡبٰۤی اِلَیۡہِ ثَمَرٰتُ کُلِّ شَیۡءٍ رِّزۡقًا مِّنۡ لَّدُنَّا وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵۷﴾

اور وہ (کفارِ مکہ) کہتے ہیں کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو ہمیں اپنی سر زمین سے اچک لیا جائے گا (یہاں سے نکال دیا جائے گا)، کیا ہم نے ان کو ایسے امن والے محترم مقام میں جگہ نہیں دی؟ جہاں ہماری طرف سے رزق کے طور پر ہر قسم کے پھل لائے جاتے ہیں مگر ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

(حسین نجفی)

✎ **اس آیت کا پہلا حصہ کفارِ مکہ کا قول ہے، اور "اولم" سے اللہ کا کلام۔**

✎ **" نُتَخَطَّف مِن اَرضِنَا" (ہم زمین سے اچک لیے جائیں گے):**

اس کہ شاید مطلب یہ ہے جو ڈاکٹر اسرار احمد نے سورہ قریش میں بیان فرمایا:

📖 **اس زمانے میں جہاں کوئی بھی تجارتی قافلہ لٹیروں اور ڈاکوئوں کے ہاتھوں محفوظ نہیں تھا وہاں قریش کے قافلوں کو پورے عرب میں کوئی میلی نظر سے بھی نہیں دیکھتا تھا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ عرب کے تمام قبائل نے اپنے اپنے بت خانہ کعبہ میں نصب کر رکھے تھے۔ گویا ہر قبیلے کا ”خدا“ قریش کی مہربانی سے ہی خانہ کعبہ میں قیام پذیر تھا ‘ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ قریش کے پاس یرغمال تھا۔ اس لیے عرب کا کوئی قبیلہ بھی ان کے قافلوں پر ہاتھ ڈالنے کی جرات نہیں کرسکتا تھا۔ چناچہ قریش کے قافلے سارا سال بلاخوف و خطر یمن سے شام اور شام سے یمن کے راستے پر رواں دواں رہتے تھے۔ گرمیوں کے**

موسم میں وہ لوگ شام و فلسطین کے سرد علاقوں جبکہ سردیوں میں یمن کے گرم علاقے کا سفر اختیار کرتے تھے۔ (بیان القرآن – سورہ قریش)

اس لیے دنیاوی مالی مفاد کو مدِنظر رکھتے ہوئے وہ اسلام قبول نہیں کر رہے تھے۔ کہ اگر ایک اللہ کو مان لیں، اور سارے بُت توڑ ڈالیں، تو اپنے گرد نواح سارے قبیلوں سے دشمنی مول لیں، اور اس طرح ان کی سیکیورٹی بھی چلی جائے۔
یہی طرز پچھلی امتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی قوم سے کہا:

"اور اس نے کہا کہ تم نے اللہ کے سواجو بت بنائے ہیں ، بس وہ تمہارے باہمی دنیا کے تعلقات کی وجہ سے ہے، پھر قیامت کے دن تم میں سے ہر ایک دوسرے کا انکار کرے گا اور ایک دوسرے پر لعنت کرے گا اور آگ تمہارا ٹھکانا ہوگی اور کوئی تمہارا مدد گار نہ ہوگا"۔ **(عنکبوت، 29:25)**

روضۃ الواعظین میں مرقوم ہے کہ ایک بار حضرت ابوطالبؑ نے افرادِ قریش کےسامنے رسولِ خداﷺ سے عرض کیا تھا کہ آپ یہ بتائیں کہ آپ کو صرف آپ کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے یا تمام انسانوں کے لیے آپ کو رسول بنایا گیا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدا نے مجھے تمام عرب و عجم اور ہر کالے اور گورے کی طرف مبعوث کیا ہے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں ہر سفید پوست اور سیاہ پوست شخص کو اسلام کی دعوت دوں گا اور جو اقوام پہاڑوں کی چوٹیوں پر مقیم ہیں یا جو سمندروں میں

رہتے ہیں، میں ان سب کو دعوت دوں گا اور میں فارس و روم کو دعوتِ اسلام دوں گا۔

جب قریش نے یہ گفتگو سنی تو حیران و سراسیمہ ہوگئے اور حضرت ابوطالبؑ سے کہنے لگے: کچھ آپ نے بھی اپنے بھتیجے کی گفتگو سنی؟ اگر ایران اور روم والوں کو پتہ چل گیا تو وہ ہمیں دھرتی سے اُچک لیں گے اور کعبہ کا ایک ایک پتھر اُکھاڑ ڈالیں گے۔ (نورالثقلین)

✎ یاد رہے اُس دور میں روم و ایران سُپر پاورز ہوا کرتے تھے۔
جنگ تبوک 9 ہجری میں رومی سلطنت (Byzantines) کے خلاف تھی۔

- نبی ﷺ کو اطلاع ملی کہ رومی سلطنت مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہی ہے۔
- رومی فوج اور ان کے عرب عیسائی اتحادی (غسانی قبائل) شام کے جنوبی علاقوں میں جمع ہو رہے تھے۔

- نبی کریم ﷺ نے مدینہ سے تقریباً 30,000 کا لشکر لے کر تبوک کی طرف کوچ فرمایا۔
- یہ سفر شدید گرمی، قلتِ راشن، اور طویل مسافت کے باوجود کیا گیا — اسی لیے اسے "غزوہ العسرہ" (مشکل کی جنگ) بھی کہتے ہیں۔ (سورہ توبہ میں اس جنگ کا ذکر ہے)
- جب مسلمان تبوک پہنچے تو رومی یا ان کے حلیف سامنے نہ آئے۔
- کوئی باقاعدہ جنگ نہیں ہوئی۔

58۔ وَ کَمۡ اَہۡلَکۡنَا مِنۡ قَرۡیَۃٍۭ بَطِرَتۡ مَعِیۡشَتَہَا ۚ فَتِلۡکَ مَسٰکِنُہُمۡ لَمۡ تُسۡکَنۡ مِّنۡۢ بَعۡدِہِمۡ اِلَّا قَلِیۡلًا ؕ وَ کُنَّا نَحۡنُ الۡوٰرِثِیۡنَ ﴿۵۸﴾

اور ہم نے کتنی ہی بستیاں ہلاک کردیں جو اپنے سامانِ معیشت پر نازاں تھیں پس یہ ہیں ان کی بستیاں جو ان کے بعد آباد نہیں ہوئیں مگر بہت کم، اور ہم ہی ان کے وارث ہوئے۔
(وحیدالدین)

📖 "تلک مساکنھم" سے قوم عاد کے خراب گھر مراد ہیں جو احقاف (یمن اور شام کے درمیان میں) یا سدوم کا علاقہ ہے جہاں قوم ثمود آباد تھی۔ حجاز کے لوگ تجارتی سفر کے دوران وہاں سے گزرتے تھے اور ان کھنڈرات کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ (تفسیر نور)

59۔ وَ مَا کَانَ رَبُّکَ مُہۡلِکَ الۡقُرٰی حَتّٰی یَبۡعَثَ فِیۡۤ اُمِّہَا رَسُوۡلًا یَّتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِنَا ۚ وَ مَا کُنَّا مُہۡلِکِی الۡقُرٰۤی اِلَّا وَ اَہۡلُہَا ظٰلِمُوۡنَ ﴿۵۹﴾

اور تمہارا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں جب تک ان کے مرکز میں رسول نہ بھیج دے جو ان پر ہماری آیتیں تلاوت کرے، اور ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر اس کے رہنے والے ظالم (بن چکے) ہوں۔
(اظھر)

وَ مَا کُنَّا مُعَذِّبِیۡنَ حَتّٰی نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا ﴿۱۵﴾ (اسراء، 17:15)

📖 بستیوں کے مرکز کہیے یا دارالحکومت، اس میں رسول مبعوث کر کے اللہ تعالیٰ انسانوں تک پیغام حق پہنچانا آسان بنانا چاہتا ہے۔ صدر مقام کی طرف اطراف کی بستیوں کا رجوع ہوتا ہے۔ مرکز میں پیش آنے والا ہر واقعہ اطراف کی بستیوں تک آسانی اور

سرعت کے ساتھ پہنچ جاتا ہے۔ مرکز میں پیش آنے والے واقعہ کو اہمیت مل جاتی ہے۔
ثانیاً صـــدر مقام اور مرکز کے رہنے والے تمدن یافتہ، تہذیب کے مالک ہوتے ہیں۔ جب کہ پســـمانده علاقوں کے لوگوں میں یہ بات نہیں ہوتی۔ اَلاَعرَابُ اَشَـــدُّ کُفرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجدَرُ اَلَّا .... (۹ توبۃ: ۹۷) مرکز میں رونما ہونے والے واقعات ســـے اطراف کی بســـتیاں متاثر ہوتی ہیں جب کہ بستیوں کے واقعات سے مرکز کے لوگ اثر نہیں لیتے۔ (کوثر)

- "امہا": اس ســـورۃ میں لفظ "ام" کی مناســـبت ســـے ایک بار پھر سے یہ لفظ استعمال کیا گیا۔ (جس کا ذکر آیت 23 کے ضمن میں "ام، امۃ، امام" کے حوالے سے کیا گیا۔)

عذاب کیوں؟

- آج کے زمانے کے کچھ نرم مزاج لوگ اس بات کو منفی انداز میں لیتے ہیں کہ اللہ تعالٰی ان قوموں اور بســـتیوں پر عذاب کر کے ہلاک کیوں کرتا ہے؟ نافرمان ہی صـــحیح، پر کیا وہ اللہ کے بندے نہیں؟ یعنی ان کی زبانی Children of God نہیں؟
اس کا جواب اللہ تعالٰی نے اس آیت میں خود دے دیا، اللہ ایســـا نہیں کے بســـتیوں کو بلاوجہ ہلاک کرے تب تک جب تک کہ وہاں کے لوگ "ظالم" نہ بن چکے ہوں۔
اور خود اس ایک ســـبب پر بھی ہلاکت (بعض اوقات) نہیں ہوتی، جب تک کہ وہاں کے capital city میں کســـی نبی کو مبعوث کر

کے، ان کو کھلا پیغام دے کر ان کی آخری بار اصلاح کا موقع نہ دیا جائے، ان کو اللہ کی آیات دکھائی جائیں اور آیات پڑھ کر سنائی جائیں۔ اور پھر بھی نہ مانیں تو اب ان پر حجت تمام ہوچکی، کہ اب وہ خود سے عذاب کے مستحق بن چکے ہیں۔

(نیچے بائیبل سے، قارون پر عذاب کے حوالے سے ایک بات نقل کی گئی ہے جو حضرت موسٰیؑ نے ان پر آئے عذاب کے متعلق فرماتے: اگر تم اب بھی طبعی موت مرے، تو پھر میرا تمہارے درمیاں مبعوث ہونا فضول ہے، بلکہ اللہ تمہاری نافرمانیوں کی وجہ سے عذاب کے ذریعے تمہیں موت دے گا کہ تم نے اللہ کو حقیر جانا!)

- **جب انسان کی عقل کامل ہوجاتی ہے، تو وہ جان جاتا کہ کسی "بڑے" کے واضح حکم پر "چھوٹا" اگر بات نہ مانے، تو ڈسیپلین کو برقرار رکھنے اور بڑے کی بڑائی کو ثابت رکھنے کے لیے سزا لازمی بنتی ہے۔**

اس کی ایک واضح مثال سورہ نمل میں حضرت سلیمان نے ہُدہُد کے بارے میں کہی تھی:

- **"وَتَفَقَّدَ ٱلطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى ٱلْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ ٱلْغَآئِبِينَ ۝ لَأُعَذِّبَنَّهُۥ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَا۟ذْبَحَنَّهُۥٓ أَوْ لَيَأْتِيَنِّى بِسُلْطَٰنٍ مُّبِينٍ"**

—سورہ النمل(27:20–21)

"اور اس (سلیمان) نے پرندوں کی حاضری کا جائزہ لیا تو کہا: 'مجھے کیا ہوا کہ میں ہُدہُد کو نہیں دیکھ رہا؟ کیا وہ واقعی غائب ہے؟'

"میں اسے سخت سزا دوں گا، یا ذبح کر دوں گا، یا پھر وہ کوئی واضح عذر پیش کرے۔"

ہر معاشرے میں جرم پر سزا بھی اسی منطق و فلسفے کے تحت دی جاتی ہے۔ اگر جرم پر سزا نہ دی جائے تو معاشرہ کی کبھی اصلاح نہیں ہوسکتی۔ جب ایک بندے کے گناہ و جرم پر معاشرہ اسے سزا دینے کا اختیار رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ زیادہ حق رکھتا ہے کہ ظالموں کو سزا دے۔

📖 مکہ، اسلام کا اُم القرٰی ہے۔ "یبعث فی اُمھا رسولا" (نور)

📖 یہ مکہ کے مشرکین کی طرف اشارہ ہے کہ ان پر عذاب نازل ہونے کی تمام شرائط موجود ہیں۔ ان کے صدر مقام مکہ میں رسول مبعوث ہوئے۔ اس رسول کی طرف سے آیات کی تلاوت بھی ہو رہی ہیں اور اہل مکہ اس رسول پر ظلم کا پہاڑ توڑ رہے ہیں۔ (کوثر)

60۔ وَ مَاۤ اُوۡتِیۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَمَتَاعُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ زِیۡنَتُہَا ۚ وَ مَا عِنۡدَ اللّٰہِ خَیۡرٌ وَّ اَبۡقٰی ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۰٪﴾

اور جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا ہے وہ اس دنیاوی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ (اس سے) زیادہ بہتر اور پائیدار ہے، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟
(بلاغ القرآن)

اور ابراہیمؑ نے کہا کہ تم لوگوں نے اللہ کے سوا جو بت بنا رکھے ہیں یہ تو بس دنیا کی زندگی میں تمہاری آپس کی محبت کی وجہ سے ہے پھر قیامت کے دن تم ایک دوسرے کا انکار کرو گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے اور تم سب کا ٹھکانا آگ ہوگی اور (اس دن وہاں) تمہارا کوئی مدد گار نہیں ہوگا۔ (عنکبوت، 29:25)

📖 اول تو ایمان لانے سے تمہاری دنیوی زندگی متاثر نہیں ہو گی۔ ثانیاً اگر متاثر ہو بھی جائے تو یہ چند روزہ فانی زندگی متاثر ہو

گی مگر تمہاری ہمیشہ کی ابدی زندگی سنور جائے گی اور ایمان نہ لانے سے ابدی زندگی متاثر ہو گی اور چند روزہ فانی زندگی بحال رہے گی۔

کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ چند روز کی زندگی کے لیے ابدی زندگی کو ختم کر رہے ہوجب کہ تمام عقلاء اپنے مستقبل کی آسائش کے لیے بہت مشقت اٹھاتے ہیں۔ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ بڑے مفادات کے لیے چھوٹے مفادات اور لمبی آسائش کے لیے مختصر آسائش کی قربانی دی جائے اور عمر بھر کے آرام کے لیے وقتی درد و الم پر صبر کیا جائے۔ (کوثر)

قیامت و سوال جواب

61۔ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۶۱﴾

بھلا وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا ہو اور وہ اسے پانے والا ہو، کبھی اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جسے ہم نے صرف حیات دنیا کا سرو سامان دے دیا ہو اور پھر وہ قیامت کے روز سزا کیلئے پیش کیا جانے والا ہو؟

(فی ظلل القرآن)

جَنّٰتِ عَدْنٍ ٱلَّتِى وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ۚ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ٦١ (مریم، 19:61)
ان کے لیے ہمیشہ رہنے والے باغ ہیں جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے غائبانہ وعدہ کر رکھا ہے اور یہ وعدہ پورا ہوکر رہنا ہے۔

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ۚ ٣٢، مَنْ خَشِىَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ۨ ٣٣ (ق)
یہ ہے وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ، ہر اس شخص کے لئے جو بہت رجوع کرنے والا، اور حفاظت کرنے والا ہے۔ جو بےدیکھے رحمٰن سے ڈرتا تھا، اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا ہے۔

✎ اصل امتحان غیب پر ایمان لانا ہے۔ کہ اس طرح ایمان لانا احسن بھی ہے (کہ بغیر دیکھے ایمان لائے)، اور گناہوں پر عذر کی گنجائش بھی ہے۔

اِنَّمَا تُنۡذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّکۡرَ وَخَشِیَ الرَّحۡمٰنَ بِالۡغَیۡبِ (یٰسٓ، 36:11)
آپ تو صرف اسی کو ڈرا سکتے ہو جو نصیحت کی پیروی کرے اور خدا سے غائبانہ ڈرے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَیۡبِ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّاَجۡرٌ کَبِیۡرٌ ۱۲ (ملک، 67:12)
بیشک وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں غیب میں رہتے ہوئے ان کے لیے مغفرت بھی ہے اور بہت بڑا اجر بھی۔

📖 حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: فی حلالھا حساب و فی حرامھا عقاب۔ (دنیا کی حلال چیزوں کا حساب ہوگا اور حرام چیزوں پر عذاب ہوگا۔) (تفسیر نور)

62۔ وَ یَوۡمَ یُنَادِیۡہِمۡ فَیَقُوۡلُ اَیۡنَ شُرَکَآءِیَ الَّذِیۡنَ کُنۡتُمۡ تَزۡعُمُوۡنَ ﴿۶۲﴾

جس دن اللہ انہیں پکارے گا اور کہے گا کہ کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کا تم زعم رکھتے تھے۔
(اسرار احمد)

63۔ قَالَ الَّذِیۡنَ حَقَّ عَلَیۡہِمُ الۡقَوۡلُ رَبَّنَا ہٰۤؤُلَآءِ الَّذِیۡنَ اَغۡوَیۡنَا ۚ اَغۡوَیۡنٰہُمۡ کَمَا غَوَیۡنَا ۚ تَبَرَّاۡنَاۤ اِلَیۡکَ ۫ مَا کَانُوۡۤا اِیَّانَا یَعۡبُدُوۡنَ ﴿۶۳﴾

جن پر بات ثابت ہوچکی ہوگی وہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا (وہ جواب میں کہیں گے) ہم نے انہیں گمراہ کیا جیسے ہم خود گمراہ ہوئے تھے ہم تیرے سامنے (ان سے) اظہار براءت کرتے ہیں یہ ہماری پرستش تو نہیں کرتے تھے۔
(وحیدالدین + اسرار احمد)

64۔ وَ قِیۡلَ ادۡعُوۡا شُرَکَآءَکُمۡ فَدَعَوۡہُمۡ فَلَمۡ یَسۡتَجِیۡبُوۡا لَہُمۡ وَ رَاَوُا الۡعَذَابَ ۚ لَوۡ اَنَّہُمۡ کَانُوۡا یَہۡتَدُوۡنَ ﴿۶۴﴾

اور (ان سے) کہا جائے گا: اپنے شریکوں کو بلاؤ تو یہ انہیں پکاریں گے لیکن وہ انہیں جواب نہیں دیں گے اور وہ عذاب کو بھی دیکھ رہے ہوں گے، (اس وقت تمنا کریں گے) کاش وہ ہدایت پر ہوتے۔

(بلاغ القرآن)

65۔ وَ یَوۡمَ یُنَادِیۡہِمۡ فَیَقُوۡلُ مَاذَاۤ اَجَبۡتُمُ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۶۵﴾

اور اس دن اللہ انہیں ندا دے گا اور فرمائے گا: تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا؟

(بلاغ القرآن)

66۔ فَعَمِیَتۡ عَلَیۡہِمُ الۡاَنۡۢبَآءُ یَوۡمَئِذٍ فَہُمۡ لَا یَتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۶۶﴾

اس وقت کوئی جواب ان کو نہ سوجھے گا اور نہ یہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھ ہی سکیں گے۔

(فی ظلل القرآن)

📖 قیامت کے دن منکروں سے کوئی عذر نہیں بنے گا۔ (کوثر)

67۔ فَاَمَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنَ مِنَ الۡمُفۡلِحِیۡنَ ﴿۶۷﴾

لیکن جو توبہ کرے، ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو امید ہے کہ وہ فلاح پانے والوں میں سے ہوجائے۔

(اظہر)

📖 مگر وہ لوگ جو منکر ہونے کے بعد توبہ کر کے ایمان لے آئے تو ایمان ان کے سابقہ شرک و انکار جیسے عظیم گناہوں کا کفارہ بنتا ہے اور عمل صالح ان کا زاد آخرت بنتا ہے۔ (کوثر)

68۔ وَ رَبُّکَ یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ وَ یَخۡتَارُ ؕ مَا کَانَ لَہُمُ الۡخِیَرَۃُ ؕ سُبۡحٰنَ اللّٰہِ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ﴿۶۸﴾

اور آپ کا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور منتخب کرلیتا ہے (جسے چاہتا ہے) (جبکہ) ان کو کچھ بھی اختیار نہیں، اللہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو یہ لوگ شرک کرتے ہیں۔
(اسرار احمد)

تیرا رب پیدا کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے اور (وہ خود ہی اپنے کام کے لیے جسے چاہتا ہے) منتخب کرلیتا ہے ، یہ انتخاب ان لوگوں کے کرنے کا کام نہیں ہے۔ اللہ پاک ہے اور بہت بالا تر ہے اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔
(فی ظلل القران)

اَللّٰہُ یَصۡطَفِیۡ مِنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌۢ بَصِیۡرٌ ﴿ۚ۷۵﴾ (حج، 22:75)
(اللہ چن لیتا ہے اپنے پیغامبر فرشتوں میں سے بھی اور انسانوں میں سے۔۔۔)

📖 جس طرح خلق میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے اسی طرح اختیار و انتخاب میں بھی کوئی شریک نہیں ہے۔ یہ مشرکین اپنے لیے وسیلہ (بت) کو خود اختیار کرتے ہیں۔ یہ اللہ کے اقتدار اعلیٰ میں مداخلت ہے حالانکہ جس طرح تخلیق میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے، تشریع و قانون سازی میں بھی کوئی شریک نہیں ہے بلکہ اختیار، تخلیق کا لازمہ ہے۔ جب اللہ کے علاوہ کوئی خلق نہیں کر سکتا تو اس کے علاوہ اختیار و انتخاب بھی نہیں کر سکتا۔ (کوثر)

ہمارے یہاں کی تفسـیر یہ ہے کہ اس سـے انتخابِ امام میں اللہ کے اختیار کا اظہار مقصــود ہے. اور اب ایک آخری جملہ بہت ہولناک ہے، یعنی اللہ کے مقابلہ میں اپنا یا کسی کا اختیار ماننا یا جتانا یا اس سے کام لینا ایک طرح کا شرک ہے (پناہ بخدا) (فصل الخطاب)

خلیفہ بنانے کی ذمہ داری خدا نے اپنے ذمہ لی ہے.
اس لیے آدمؑ و داؤدؑ کی خلافت کا خود اعلان یا اور فرمایا:

وَاِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓٮِٕكَةِ اِنِّىۡ جَاعِلٌ فِى الۡاَرۡضِ خَلِيۡفَةً ؕ (بقرہ، 2:30)
اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلۡنٰكَ خَلِيۡفَةً فِى الۡاَرۡضِ (ص، 38:26)
اے داؤد، ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔

اور امامت کے متعلق بھی اللہ نے فرمایا:
قَالَ اِنِّىۡ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِىۡ ؕ (بقرہ، 2:124)
اللہ نے کہا میں تم کو سب لوگوں کا امام بناؤں گا ابراہیم نے کہا اور میری اولاد میں سے بھی--

حضـرت ابراہیم علیہ السـلام کی دعا پوری ہوئی، اور بنو إسـحاق میں سے تو امام بنے.
وَجَعَلۡنٰهُمۡ اَٮِٕمَّةً يَّهۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا (انبیاء، 21:73)

لیکن دوسـرے بڑے بیٹے اسـماعیل علیہ السلام اس نعمت سـے محروم نہیں رہ سکتے. (بلکہ "جو کچھ پچھلی امتوں میں ہوا اس امت میں بھی ہوگا" کے تحت لازمی امام بنیں گے.)

بس پھر عقلمندوں کے لیے معمہ بن جاتا کہ قرآن میں "امامت" کو بھی سمجھنے کی کوشش کریں۔ پھر اس امت کے "امام" بھی تلاش کریں۔ وہ "امام" جو منصـــوص من اللہ ہیں۔ جن کو اللہ نے امام بنایا، کیوںکہ "انتخاب" کا حق اللہ ہی کو ہے۔

69۔ وَ رَبُّکَ یَعۡلَمُ مَا تُکِنُّ صُدُوۡرُہُمۡ وَ مَا یُعۡلِنُوۡنَ ﴿۶۹﴾

اور تیرا رب جانتا ہے جو کچھ ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔

(وحیدالدین)

📖 اللہ تعالی کا احاطہ علمی ہے کہ اللہ تعالیٰ کســـی کو منتخب فرماتا ہے تو اس علم کی بنا پر انتخاب کرتا ہے جو اس منتخب کے ظاہر و باطن کا ہے، اس علم ســـے اس کا لائق انتخاب ہونے یا نہ ہونے کا تعین ہوتا ہے۔ (کوثر)

✎ اســـی ســـورہ میں اوپر (آیت 5 میں) لفظ "امام" ســـے اللہ کے منتخب کردہ "ائمہ" پر کچھ روشـــنی ڈالی گئی۔ اور یہ دو آیتیں (68، 69) بیان کرتیں ہیں کہ "اللہ ہے جســـے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے" کیونکہ اللہ ہی بندوں کے ســـینوں میں چھپے ہوئے رازوں کو جانتا ہے۔

70۔ وَ ہُوَ اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ؕ لَہُ الۡحَمۡدُ فِی الۡاُوۡلٰی وَ الۡاٰخِرَۃِ ۫ وَ لَہُ الۡحُکۡمُ وَ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۷۰﴾

اور وہی ہے اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کے لیے حمد ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے۔

(اسرار احمد)

کہو کہ کون دن لے آئے یا رات لے آئے؟

71- قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیۡكُمُ الَّیۡلَ سَرۡمَدًا اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ مَنۡ اِلٰهٌ غَیۡرُ اللّٰهِ یَاۡتِیۡكُمۡ بِضِیَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسۡمَعُوۡنَ ﴿۷۱﴾

کہدیجئے: مجھے بتاؤ کہ اگر اللہ قیامت تک تم پر ہمیشہ کے لیے رات مسلط کر دے تو اللہ کے سوا کون سا معبود ہے جو تمہیں روشنی لا دے؟کیا تم سنتے نہیں ہو؟
(بلاغ القرآن)

وَهُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ الَّیۡلَ وَالنَّهَارَ خِلۡفَةً لِّمَنۡ اَرَادَ اَنۡ یَّذَّكَّرَ اَوۡ اَرَادَ شُكُوۡرًا ٦٢ (فرقان، 25:62)
(اور وہی ہے جس نے دن اور رات کو بنا دیا ہے ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا اس کے لیے جو نصیحت حاصل کرنا چاہے یا شکر گزار بننا چاہے۔)

72- قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیۡكُمُ النَّهَارَ سَرۡمَدًا اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ مَنۡ اِلٰهٌ غَیۡرُ اللّٰهِ یَاۡتِیۡكُمۡ بِلَیۡلٍ تَسۡكُنُوۡنَ فِیۡهِ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۷۲﴾

کہدیجئے: مجھے بتاؤ کہ اگر قیامت تک اللہ تم پر ہمیشہ کے لیے دن کو مسلط کر دے تو اللہ کے سوا کون سا معبود ہے جو تمہیں رات لا دے جس میں تم سکون حاصل کرو؟ کیا تم (چشم بصیرت سے) دیکھتے نہیں ہو؟
(بلاغ القرآن)

یُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّیۡلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَعِبۡرَةً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ ٤٤ (نور، 24:44)
اللہ ادلتا بدلتا رہتا ہے رات اور دن کو۔ یقیناً اس میں عبرت کا سامان ہے آنکھوں والوں کے لیے

73- وَ مِنۡ رَّحۡمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّیۡلَ وَ النَّهَارَ لِتَسۡكُنُوۡا فِیۡهِ وَ لِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۷۳﴾

اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن کو بنایا تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔
(وحیدالدین)

📖 دن اور رات کے بارے میں انسان غور نہیں کرتے کہ دن کی روشنی حیات بخش اور رات کی تاریکی سکون بخش ہونے کے باوجود یہ دونوں اگر یکے بعد دیگرے نہ آتے بلکہ ہمیشہ دن ہوتا یا ہمیشہ رات ہوتی تو اس کرہ ارض پر زندگی مفقود ہوتی۔ اللہ اس نظام کو زندگی کے لیے مناسب اور مربوط نہ بناتا تو کون ہے جو اسے مربوط بنائے۔ (کوثر)

74- وَ يَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ فَيَقُوۡلُ اَيۡنَ شُرَكَآءِىَ الَّذِيۡنَ كُنۡتُمۡ تَزۡعُمُوۡنَ﴿۷۴﴾

اور جس دن اللہ انہیں ندا دے گا اور فرمائے گا: کہاں ہیں وہ جنہیں تم میرا شریک گمان کرتے تھے؟

(بلاغ القرآن)

وَ يَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ فَيَقُوۡلُ مَاذَآ اَجَبۡتُمُ الۡمُرۡسَلِيۡنَ﴿۶۵﴾

📖 اس مضمون کی آیت کا دوبارہ اس لیے ذکر ہوا چونکہ آنے والے مضمون کے لیے یہ تمہید ہے۔ (کوثر)

گواہ / شہید

75- وَ نَزَعۡنَا مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيۡدًا فَقُلۡنَا هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ فَعَلِمُوۡۤا اَنَّ الۡحَقَّ لِلّٰهِ وَ ضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ﴿۷۵٪﴾

اور ہم ہر امت میں سے ایک گواہ نکال کر لائیں گے پھر ان سے کہیں گے کہ اپنی دلیل و برہان لاؤ تب انہیں معلوم ہوگا کہ حق اللہ ہی کیلئے ہے اور وہ جو افتراء پردازیاں کیا کرتے تھے وہ سب ان سے غائب ہو جائیں گی۔

(حسین نجفی)

وَيَوۡمَ نَبۡعَثُ مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيۡدًا ثُمَّ لَا يُؤۡذَنُ لِلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَلَا هُمۡ يُسۡتَعۡتَبُوۡنَ ٨٤ (نحل، 16:84)

اور جس دن ہم ہر امت میں ایک گواہ اٹھائیں گے پھر انکار کرنے والوں کو ہدایت نہ دی جائے گی اور نہ ان سے توبہ لی جائے گی

اور جس دن ہم ہر امت میں ایک گواہ انہیں میں سے ان پر اٹھائیں گے اور تم کو ان لوگوں پر گواہ بناکر لائیں گے۔ (نحل، 16:89)

فَكَيۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍ ۢ بِشَهِيۡدٍ وَّجِئۡنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ شَهِيۡدًا۔ ٤١ (نساء، 4:41)
تو اس دن کیا صورت حال ہوگی جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے اور (اے نبی) آپ کو لائیں گے ہم ان پر گواہ بناکر۔

اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ گھڑے؟ ایسے لوگ اپنے رب کے حضور پیش ہوں گے اور گواہ شہادت دیں گے کہ یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ گھڑا تھا۔ سنو ! خدا کی لعنت ہے ظالموں پر۔ (ھود، 11:18)

زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی کتاب اعمال لاکر رکھ دی جائے گی ' انبیاء اور تمام گواہ حاضر کردیئے جائیں گے لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک حق کے ساتھ فیصلہ کردیا جائے گا ، ان پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔ (زمر، 39:69)

یقین جانو کہ ہم اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی مدد اس دنیا کی زندگی میں بھی لازما کرتے ہیں ، اور اس روز بھی کریں گے جب گواہ کھڑے ہوں گے۔ (غافر، 40:51)

وَجَآءَتۡ كُلُّ نَفۡسٍ مَّعَهَا سَآٮِٕقٌ وَّشَهِيۡدٌ ٢١ (ق، 50:21)
اور ہر جان آئے گی (اس حالت میں کہ) اس کے ساتھ ہوگا ایک دھکیلنے والا اور ایک گواہ۔

بَلِ الۡاِنۡسَانُ عَلٰى نَفۡسِهٖ بَصِيۡرَةٌ ۙ ١٤ (قیامۃ، 57:14)
بلکہ انسان آپ اپنے گواہ ہے۔

گواہ والی ان سب آیتوں کے مطالع سے پتہ چلتا ہے کہ ہر امت کا گواہ (سب سے پہلے) ان کا اپنا نبی ہوگا۔
اور دوسرے گواہ وہ فرشتے ہیں جو انسان کی پیدائش سے وفات تک ساتھ ہوتے ہیں، اور ہر چیز ریکارڈ کرتے ہیں۔ جس کا ذکر سورہ ق میں ہے۔
آور آخر میں سورہ قیامت کی آیت کہتی، انسان خود اپن نفس پر گواہ کافی ہے۔

فَعَلِمُوا اَنَّ الحَقَّ لِلّٰہِ :اس جگہ ان مشرکین پر یہ حقیقت کھلے گی کہ صرف اللہ تعالیٰ کا معبود ہونا برحق تھا۔ یہ حقیقت دنیا میں

کھلی تھی لیکن قیامت کے دن مشاہدے کے ساتھ حقیقت سامنے آئے گی۔ (کوثر)

قارون / قورح

76۔ اِنَّ قَارُوۡنَ کَانَ مِنۡ قَوۡمِ مُوۡسٰی فَبَغٰی عَلَیۡہِمۡ ۪ وَ اٰتَیۡنٰہُ مِنَ الۡکُنُوۡزِ مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَہٗ لَتَنُوۡٓاُ بِالۡعُصۡبَۃِ اُولِی الۡقُوَّۃِ ٭ اِذۡ قَالَ لَہٗ قَوۡمُہٗ لَا تَفۡرَحۡ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡفَرِحِیۡنَ ﴿۷۶﴾

بے شک قارون کا تعلق موسیٰ کی قوم سے تھا پھر وہ ان سے سرکش ہو گیا اور ہم نے قارون کو اس قدر خزانے دیے کہ ان کی کنجیاں ایک طاقتور جماعت کے لیے بھی بارگراں تھیں، جب اس کی قوم نے اس سے کہا: اترانا مت یقینا اللہ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

(بلاغ القرآن)

📖 اِنَّ قَارُوۡنَ کَانَ مِنۡ قَوۡمِ مُوۡسٰی :قارون کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا۔ اس نے اپنی قوم سے غداری کی، فرعون سے جا ملا اور اس کا مقرب بن گیا۔ یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت میں فرعون اور ہامان کے بعد سب سے آگے تھا۔ بائبل میں اس کا نام قاروح آیا ہے اور اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی بتایا ہے۔

۲۔ وَ اٰتَیۡنٰہُ :بائبل نے قارون کی دولت کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کی کنجیاں تین سو خچروں کا بوجھ بن جاتی تھیں۔ قرآن نے اس کی واقعی صورت حال بیان فرمائی: اس کے خزانوں کی چابیوں کی تعداد اس قدر تھی کہ ایک طاقتور جماعت کے لیے بارگراں تھیں۔

۳. اِذ قَالَ لَہ قَومُہ لَا تَفرَح:د ولت انسان سے تمام انسانی قدریں چھین لیتی ہے۔ جب وہ دولت کے نشے میں اتراتا ہے، تکبر سے تمام رشتوں کو توڑ دیتا ہے۔ باغی اور سرکش ہو جاتا ہے۔
دولت کی بہتات انسان سے تمام انسانی قدریں چھین لیتی ہے۔
(کوثر)

📖 کتاب الخصال میں مرقوم ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضرت موسٰی علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ دولت کی کثرت پر ناز نہ کرنا اور کسی بھی حال میں میرا ذکر ترک نہ کرنا۔ کثرتِ مال سے انسان اپنے گناہوں کو بھول جاتا ہے اور میرا ذکر ترک کرنے سے دلوں پر نسان طاری ہوتا ہے۔ (نورالثقلین)

📖 حضرت موسٰی علیہ السلام کی حیات میں ان کے محاذوں کے تین اصلی محور رہے۔ (تفسیر نور)

1. فرعون – طاقت، سرکشی، فساد
2. قارون – دولت و ثروت
3. سامری – فریب و دھوکہ

77۔ وَ ابۡتَغِ فِیۡمَاۤ اٰتٰىکَ اللّٰہُ الدَّارَ الۡاٰخِرَۃَ وَ لَا تَنۡسَ نَصِیۡبَکَ مِنَ الدُّنۡیَا وَ اَحۡسِنۡ کَمَاۤ اَحۡسَنَ اللّٰہُ اِلَیۡکَ وَ لَا تَبۡغِ الۡفَسَادَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡمُفۡسِدِیۡنَ ﴿۷۷﴾

جو مال اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کر اور دنیا میں بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر، احسان کر، جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے، اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش نہ کر، اللہ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا۔
(فی ظلل القران)

📖 **وَ ابتَغِ فِيمَا أٰتٰىکَ اللّٰہُ الدَّارَ الاٰخِرَۃَ :اس مال سے اپنی آخرت کا گھر آباد کرو۔ اس صورت میں مال، ذخیرہ آخرت کے لیے بہترین ذریعہ ہے اور وہ مال کا انفاق ہے۔ غریبوں پر اور راہ خدا میں ہو۔ صرف مال کے ذریعے وہ نیکی حاصل کی جا سکتی ہے جس میں ایک نیکی سات سو نیکیوں کے برابر ہوتی ہے اور مال ہی کے ذریعے بِڑ کی منزل پر فائز ہو سکتا ہے۔(کوثر)**

✎ **اللہ تعالٰی کسی کو اگر مال سے نوازتا ہے تو اس کا بہترین استعمال راہ خدا میں خرچ کرنا ہے۔ مال کی انفاق کی قرآن میں بہت تاکید ہے۔ اور یہ آیت کہتی ہے جو مال صحیح جگہ استعمال کروگے، اس سے تمہارے لے "دار الآخرۃ" بنے گا.**

الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَيۡبِ وَ يُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَۙ ٣ (بقرہ)
جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

⇦ **جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں، ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں ۔ اسی طرح اللہ جس کے عمل کو چاہتا ہے ، فروانی عطا کرتا ہے۔ (بقرہ، 2:261)**

✎ **ایصال ثوب کی بحث میں "ولا تزر وازرۃ ازر اخری (سورہ نجم، 53:38)" کے تحت یه بات پته چلی که اور کوئی ثواب پہنچے نه پہنچے پر مال کا ثواب ضرور پہنچتا ہے۔**

۲. وَ لَا تَنسَ نَصِیبَکَ مِنَ الدُّنیَا :البتہ دنیا سے وہ حصہ جو تمہاری باحترام زندگی اور جائز ضروریات کے لیے ہے اسے فراموش نہ کرو۔(کوثر)

۳. وَ اَحسِن کَمَا اَحسَنَ اللّٰہُ اِلَیکَ :جس طرح یہ مال و دولت اللہ کی طرف سے تم پر احسان ہے، تو بھی اسی مال کے ذریعے لوگوں پر احسان کر۔ اس مال سے غریبوں کی مدد کر کے شکر نعمت، شعور نعمت، قبول نعمت کا حق ادا کرو۔(کوثر)

۴. وَ لَا تَبغِ الفَسَادَ فِی الاَرضِ :اس مال کے ذریعے زمین میں فساد نہ کرو۔ دوسروں پر زیادتی اور حصول دولت کے لیے ان کا استحصال کر کے فساد پیدا نہ کرو۔(کوثر)

- وَاَمَّا بِنِعمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّث (اور اپنے رب کی نعمت کا اظہار کرو) (ضحیٰ، 93:11)

- جو نعمات اللہ نے انسان کو دی ہیں، اس کا اظہار بھی ضروری ہے۔ پر اخلاقی طور پر اس بات کو مدِنظر رکھتے ہوئے کے وہ موقع محل کی مناسبت سے ہو، اور اس میں تکبر کی کوئی آمیزش نہ ہو۔
- کنجوسی تو بہت قابلِ مذمت ہے ہی، پر مال کو خرچ کرنے پر کوئی بندہ اتنا بھی جذباتی نہ ہو کہ سب کچھ لوٹا بیٹھے اس پر سورہ اسراء کی کچھ آیات درس آموز ہیں۔

- رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین کو اور مسافر کو۔ اور فضول خرچی نہ کرو۔ (اسراء، 17:26)

- بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں ، اور شیطان اپنے رب کا بڑا نا شکرا ہے۔ (اسراء، 17:27)

- نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑو دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جائو۔ (اسراء، 17:29)

- تیرا رب جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کردیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور انہیں دیکھ رہا ہے۔ (اسراء، 17:30)

- وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا(فرقان، 25:67) جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضــول خرچی کرتے ہیں نہ بخل ، بلکہ ان کا خرچ دونوں انتہائوں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے۔

- آخرت کو سنجیدگی سے لیں اگرچہ دنیا کو بھی فراموش نہ کریں۔ "ابتغ.. لاتنس" (تفسیر نور)

78۔ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ ؕ اَوَ لَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَکَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَکْثَرُ جَمْعًا ؕ وَ لَا یُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾

قارون نے کہا: یہ سب مجھے اس مہارت کی بنا پر ملا ہے جو مجھے حاصل ہے، کیا اسے معلوم نہیں ہے کہ اللہ نے اس سے پہلے بہت سی ایسی امتوں کو ہلاکت میں ڈال دیا جو اس سے زیادہ طاقت اور جمعیت رکھتی تھیں اور مجرموں سے تو ان کے گناہ کے بارے میں پوچھا ہی نہیں جائے گا۔
(بلاغ القرآن)

📖 مادی انسان کی سوچ قدیم ایام سے یہی رہی ہے کہ جو عقل و فکر مہارت، ہنر اور دولت اس کے پاس ہے وہ کسی کی عطا کردہ نہیں ہے بلکہ خود اس نے پیدا کی ہے۔ (کوثر)

📖 وَ لَا یُسۡـَٔلُ عَنۡ ذُنُوۡبِہِمُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ :مجرموں کو بغیر حساب کے جہنم بھیج دیا جائے گا۔ جن کے جرم کی نوعیت یہ ہو کہ وہ اللہ کی نعمتوں کے سرے سے منکر ہوں ایسے مجرموں سے قیامت کے دن سوال و حساب نہ ہو گا۔ جیسا کہ سورہ الرحمن آیت ۳۹ میں فرمایا:

فَیَوۡمَئِذٍ لَّا یُسۡـَٔلُ عَنۡ ذَنۡۢبِہٖۤ اِنۡسٌ وَّ لَا جَآنٌّ ﴿۳۹﴾

پھر اس روز کسی انسان سے اور کسی جن سے اس کے گناہ کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔

اس عدم سوال کی وجہ اگلی آیت ۴۱ میں بتائی:

یُعۡرَفُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ بِسِیۡمٰہُمۡ فَیُؤۡخَذُ بِالنَّوَاصِیۡ وَ الۡاَقۡدَامِ ﴿۴۱﴾

مجرم اپنے چہروں سے پہچانے جائیں گے پھر وہ پیشانیوں اور پیروں سے پکڑے جائیں گے۔ (کوثر)

📖 قیامت کے متعدد مراحل ہیں، ان میں ایک یہ ہے کہ انسان کے لبوں پر مہر لگ جائے گی۔

ایک جگہ ان کے أعضاء گواہی دیں گے۔

ایک اور جگہ جہاں انسان بات کر سکے گا۔ (تفسیر نور، آیت 75 کے ضمن میں)

79۔ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِه فِيْ زِيْنَتِهٖ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ﴿۷۹﴾

(ایک روز) قارون بڑی آرائش کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے نکلا تو دنیا پسند لوگوں نے کہا: اے کاش! ہمارے لیے بھی وہی کچھ ہوتا جو قارون کو دیا گیا ہے، بے شک یہ تو بڑا ہی قسمت والا ہے۔

(بلاغ القرآن)

📖 **دنیا پرست، سطحی سوچ رکھنے والے اور راز حیات سے ناواقف لوگ دنیا کے مال و منال کو ہی خوش قسمتی سمجھتے ہیں۔ ہمارے معاشروں میں بھی ایسے ثروت مند لوگوں کو خوش حال کہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے سامنے صرف دنیا کی زندگی ہے۔ وہی لوگ دل میں یہ حسرت رکھتے ہیں: کاش ہمیں بھی قارون کی طرح کی دولت حاصل ہو جاتی۔ (کوثر)**

✎ **اگرچہ اللہ تعالٰی اپنے نعمتوں کے اظہار کی اجازت دیتا ہے۔ (اما بنعمۃ ربک فحدث) پر ساتھ ساتھ اس اظہار میں اگر تکبر و سرکشی اور خود بڑائی کا مادہ آجائے، تو یہ صحیح طریقہ نہیں اس نعمت کے اظہار کا۔**

اسی روشنی میں: انسان کو اگر اللہ نے دولت دی ہے، تو وہ اچھا گھر و بنگلہ بنا سکتا ہے، پر اُس سوسائٹی میں جہاں سارے گھر ہی اچھے بنے ہوں۔ پر اگر ایسی جگہ ایک بہت خوبصورت بنگلہ بنایا جائے جس کے ارد گرد جھوپڑ پٹیاں ہوں... تو یقیناً یہ "قارون کی نمائش" والی بات بن سکتی ہے۔

80۔ وَ قَالَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ وَيۡلَكُمۡ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيۡرٌ لِّمَنۡ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ۚ وَ لَا يُلَقّٰهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوۡنَ ﴿۸۰﴾

اور جنہیں علم دیا گیا تھا وہ کہنے لگے: تم پر تباہی ہو! اللہ کے پاس جو ثواب ہے وہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل انجام دینے والوں کے لیے اس سے کہیں بہتر ہے اور وہ صرف صبر کرنے والے ہی حاصل کریں گے۔

(بلاغ القرآن)

📖 **جو لوگ راز حیات کا علم رکھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ صرف مال و منال خوش قسمتی نہیں ہے... (کوثر)**

✎ **اور اگر ہے بھی تو ابدی نہیں ہے، یہ زندگی محض 50، 60، 70 سالہ زندگی ہے، جو پلک چھپکتے گزر جاتی ہے۔ لیکن اس عرصہ میں جو مال انسان کو ملا اس کا حساب بہت سخت ہوسکتا ہے۔ اور اس ٹاپک پر احادیث و روایات لاتعداد ہیں (کہ اگر یہاں نقل کی جائیں تو ایک الگ سے کتاب بن جائے۔ اختصار سے کام لیتے ہوئے، صرف نہج البلاغہ سے کچھ حکمتیں نقل کی جاتی ہیں)**

✎ **ایک روایت پہلے ہی اوپر نقل ہوچکی (آیت 61 کے تحت) کہ مولا علی نے فرمایا: یہ دنیا ایسی ہے کہ اس کے حرام میں عذاب ہے، اور حلال میں حساب ہے۔**

اگر انسان کو معلوم ہوجائے کہ مال کا حساب کتنا سخت ہے تو دنیا میں دعا کرے کہ کاش اسے ضرورت سے زیادہ کبھی نہ ملتا۔ امام علی

- اے کمیل! یاد رکھو کہ علم مال سے بہتر ہے، (کیونکہ)علم تمہاری نگہداشت کرتا ہے اور مال کی تمہیں حفاظت کرنا پڑتی ہے، اور مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے لیکن علم صرف کرنے سے بڑھتا ہے، اور مال و دولت کے نتائج و اثرات مال کے فنا ہونے سے فنا ہو جاتے ہیں۔ (نہج البلاغہ، حکمت 147)

- خداوند عالم نے دولتمندوں کے مال میں فقیروں کا رزق مقرر کیا ہے، لہٰذا اگر کوئی فقیر بھوکا رہتا ہے تو اس لئے کہ دولتمند نے دولت کو سمیٹ لیا ہے اور خدائے بزرگ و برتر ان سے اس کا مواخذہ کرنے والا ہے۔ (نہج البلاغہ، حکمت 328)

- اے لوگو! دنیا کا ساز و سامان سوکھا سڑا بھوسا ہے جو وبا پیدا کرنے والا ہے۔ لہٰذا اس چراگاہ سے دور رہو کہ جس سے چل چلاؤ باطمینان منزل کرنے سے زیادہ فائدہ مند ہے، اور صرف بقدر کفاف لے لینا اس دولت و ثروت سے زیادہ برکت والا ہے۔ اس کے دولت مندوں کیلئے فقر طے ہو چکا ہے اور اس سے بے نیاز رہنے والوں کو راحت کا سہارا دیا گیا ہے۔ جس کو اس کی سج دھج لبھا لیتی ہے وہ انجام کار اس کی دونوں آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے، اور جو اس کی چاہت کو اپنا شعار بنا لیتا ہے وہ اس کے دل کو ایسے غموں سے بھر دیتی ہے جو دل کی گہرائیوں میں تلاطم برپا کرتے ہیں۔ یوں کہ کبھی کوئی فکر اسے گھیرے رہتی ہے اور کبھی کوئی اندیشہ اسے رنجیدہ بنائے رہتا ہے۔ وہ اسی حالت میں ہوتا ہے کہ اس کا گلاگھوٹا جانے لگتا ہے، اور وہ بیابان میں ڈال دیا جاتا ہے اس عالم میں کہ اس کے دل کی دونوں رگیں ٹوٹ چکی ہوتی

ہیں۔ اللہ کو اس کا فنا کرنا سہل اور اس کے بھائی بندوں کا اسے قبر میں اتارنا آسان ہو جاتا ہے۔ (نہج البلاغہ، حکمت 367)

- **آپؑ نے فرمایا کہ: «یا علیؑ! حقیقت یہ ہے کہ لوگ میرے بعد مال و دولت کی وجہ سے فتنوں میں پڑ جائیں گے اور دین اختیار کر لینے سے اللہ پر احسان جتائیں گے۔ اس کی رحمت کی آرزوئیں تو کریں گے لیکن اس کے قہر و غلبہ (کی گرفت) سے بے خوف ہو جائیں گے کہ جھوٹ موٹ کے شبہوں اور غافل کر دینے والی خواہشوں کی وجہ سے حلال کو حرام کر لیں گے، شراب کو انگور و خرما کا پانی کہہ کر اور رشوت کا نام ہدیہ رکھ کر اور سود کو خرید و فروخت قرار دے کر جائز سمجھ لیں گے». (نہج البلاغہ، خطبہ 154)**

- **جہاں دولت کی فراوانی آخرت میں مصیبت کا مقدمہ بن سکتی ہیں، وہاں فقر و افلاس بھی کوئی اچھی چیز نہیں ہے۔**

- **بخل ننگ و عار ہے، اور بزدلی نقص و عیب ہے، اور غربت مرد زیرک و دانا کی زبان کو دلائل کی قوت دکھانے سے عاجز بنا دیتی ہے، اور مفلس اپنے شہر میں رہ کر بھی غریب الوطن ہوتا ہے، اور عجز و درماندگی مصیبت ہے، اور صبر و شکیبائی شجاعت ہے، اور دنیا سے بے تعلقی بڑی دولت ہے، اور پرہیز گاری ایک بڑی سپر ہے۔ (نہج البلاغہ، حکمت 3)**

دولت ہو تو پردیس میں بھی دیس ہے اور مفلسی ہو تو دیس میں بھی پردیس۔ (نہج البلاغہ، حکمت56)

81۔ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ الْاَرْضَ ۫ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ٭ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾

پھر ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا پھر اس کے لیے کوئی جماعت نہ اٹھی جو اللّٰہ کے مقابلہ میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود ہی اپنے کو بچا سکا۔

(وحیدالدین)

ممکن ہے ایک ایسا محدود زلزلہ آیا ہو جس سے زمین شق ہو گئی ہو۔ روایت ہے کہ اس میں قارون اور اس کی حامی جماعت کے دو سو پچاس افراد زمین میں دفن ہو گئے۔ یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف قارون کے حامی تھے۔ (کوثر)

قارون/قورح در بائیبل

قارون کا ذکر جو بائیبل میں ہے، وہ پڑھنے کے لائق ہے۔ ایک تو وہ شکایت کرتے ہیں کہ ہم چنگے بھلے تھے مصر میں، ہر چیز کھانے کو میسر تھی، اور تم ہمیں یہاں ریگستان میں لے آئے ہو جہاں بھوک افلاس سے مر رہے ہیں۔

دوسرا وہ یہ شکایت کرتے ہیں کہ بنی اسرائیلی تو سب اللہ کو پیارے ہیں، تو تم نے ہارون کو خاص کیوں بنا رکھا ہے کہ امامت کا تاج بس انہیں کو پہنایا ہے۔ اور ہمیں محروم رکھا ہے...

[2-1]ایک دن قورح بن اِضہار موسیٰ کے خلاف اُٹھا۔ وہ لاوی کے قبیلے کا قِہاتی تھا۔ اُس کے ساتھ روبن کے قبیلے کے تین آدمی تھے، اِلیاب کے بیٹے داتن اور ابیرام اور اون بن پلت۔ اُن کے ساتھ 250 اَور آدمی بھی تھے جو جماعت کے سردار اور اثر و رسوخ والے تھے، اور جو کونسل کے لئے چنے گئے تھے۔ [3]وہ مل کر موسیٰ اور ہارون کے پاس آکر کہنے لگے، ”آپ ہم سے زیادتی کر رہے ہیں۔ پوری جماعت مخصوص و مُقدّس ہے، اور رب اُس کے درمیان ہے۔ تو پھر آپ اپنے آپ کو کیوں رب کی جماعت سے بڑھ کر سمجھتے ہیں؟“

[4]یہ سن کر موسیٰ منہ کے بل گرا۔ [5]پھر اُس نے قورح اور اُس کے تمام ساتھیوں سے کہا، ”کل صبح رب ظاہر کرے گا کہ کون اُس کا بندہ اور کون مخصوص و مُقدّس ہے۔ اُسی کو وہ اپنے پاس آنے دے گا۔
جس آدمی کو رب چنے گا وہ مخصوص و مُقدّس ہوگا۔ اب تم لاوی خود زیادتی کر رہے ہو۔“
[8]موسیٰ نے قورح سے بات جاری رکھی، ”اے لاوی کی اولاد، سنو[9] !کیا تمہاری نظر میں یہ کوئی چھوٹی بات ہے کہ رب تمہیں اسرائیلی جماعت کے باقی لوگوں سے الگ کر کے اپنے قریب لے آیا تاکہ تم رب کے مقدِس میں اور جماعت کے سامنے کھڑے ہو کر اُن کی خدمت کرو؟ [10]وہ تجھے اور تیرے ساتھی لاویوں کو اپنے قریب لایا ہے۔ لیکن اب تم امام کا عُہدہ بھی اپنانا چاہتے ہو۔ [11]اپنے ساتھیوں سے مل کر تُو نے ہارون کی نہیں بلکہ رب کی مخالفت کی ہے۔ کیونکہ ہارون کون ہے کہ تم اُس کے خلاف بڑبڑاؤ؟“

[16]قورح سے اُس نے کہا، ”کل تم اور تمہارے ساتھی رب کے سامنے حاضر ہو جاؤ۔ ہارون بھی آئے گا۔ [17]ہر ایک اپنا بخوردان لے کر اُسے رب کو پیش کرے۔[18] “چنانچہ ہر آدمی نے اپنا بخوردان لے کر اُس میں انگارے اور بخور ڈال دیا۔ پھر سب موسیٰ اور ہارون کے ساتھ ملاقات کے خیمے کے دروازے پر کھڑے ہوئے۔ [19]قورح نے پوری جماعت کو دروازے پر موسیٰ اور ہارون کے مقابلے میں جمع کیا تھا۔

اچانک پوری جماعت پر رب کا جلال ظاہر ہوا۔ [20]رب نے موسیٰ اور ہارون سے کہا، ”[21]اِس جماعت سے الگ ہو جاؤ تاکہ مَیں اِسے فوراً ہلاک کر دوں۔“

[28]موسیٰ نے کہا، ”اب تمہیں پتا چلے گا کہ رب نے مجھے یہ سب کچھ کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ مَیں اپنی نہیں بلکہ اُس کی مرضی پوری کر رہا

ہوں۔ [29]اگر یہ لوگ دوسروں کی طرح طبعی موت مریں تو پھر رب نے مجھے نہیں بھیجا۔ [30]لیکن اگر رب ایسا کام کرے جو پہلے کبھی نہیں ہوا اور زمین اپنا منہ کھول کر اُنہیں اور اُن کا پورا مال ہڑپ کر لے اور اُنہیں جیتے جی دفنا دے تو اِس کا مطلب ہو گا کہ اِن آدمیوں نے رب کو حقیر جانا ہے۔"

[31]یہ بات کہتے ہی اُن کے نیچے کی زمین پھٹ گئی۔ [32]اُس نے اپنا منہ کھول کر اُنہیں، اُن کے خاندانوں کو، قورح کے تمام لوگوں کو اور اُن کا سارا سامان ہڑپ کر لیا۔ [33]وہ اپنی پوری ملکیت سمیت جیتے جی دفن ہو گئے۔ زمین اُن کے اوپر واپس آ گئی۔ یوں اُنہیں جماعت سے نکالا گیا اور وہ ہلاک ہو گئے۔ [34]اُن کی چیخیں سن کر اُن کے ارد گرد کھڑے تمام اسرائیلی بھاگ اُٹھے، کیونکہ اُنہوں نے سوچا، "ایسا نہ ہو کہ زمین ہمیں بھی نگل لے۔"

[35]اُسی لمحے رب کی طرف سے آگ اُتر آئی اور اُن 250 آدمیوں کو بھسم کر دیا جو بخور پیش کر رہے تھے۔ [36]رب نے موسیٰ سے کہا، "[37]ہارون امام کے بیٹے اِلی عزر کو اطلاع دے کہ وہ بخوردانوں کو راکھ میں سے نکال کر رکھے۔ اُن کے انگارے وہ دُور پھینکے۔

[40] ہارون نے سب کچھ ویسا ہی کیا جیسا رب نے موسیٰ کی معرفت بتایا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ بخوردان اسرائیلیوں کو یاد دلاتے رہیں کہ صرف ہارون کی اولاد ہی کو رب کے سامنے آ کر بخور جلانے کی اجازت ہے۔ اگر کوئی اَور ایسا کرے تو اُس کا حال قورح اور اُس کے ساتھیوں کا سا ہو گا۔

[41]اگلے دن اسرائیل کی پوری جماعت موسیٰ اور ہارون کے خلاف بڑبڑانے لگی۔ اُنہوں نے کہا، "آپ نے رب کی قوم کو مار ڈالا ہے۔[42] "لیکن جب وہ موسیٰ اور ہارون کے مقابلے میں جمع ہوئے اور ملاقات کے خیمے کا رُخ کیا تو اچانک اُس پر بادل چھا گیا اور رب کا جلال ظاہر ہوا۔ [43]پھر موسیٰ اور ہارون ملاقات کے خیمے کے سامنے آئے، [44]اور رب نے موسیٰ سے کہا، "[45]اِس جماعت سے نکل جاؤ تاکہ مَیں اِسے فوراً ہلاک کر دوں۔" یہ سن کر دونوں منہ کے بل گرے۔

[47]ہارون نے ایسا ہی کیا۔ وہ دوڑ کر جماعت کے بیچ میں گیا۔ لوگوں میں وبا شروع ہو چکی تھی، لیکن ہارون نے رب کو بخور پیش کر کے اُن کا کفارہ دیا۔ [48]وہ زندوں اور مُردوں کے بیچ میں کھڑا ہوا تو وبا رُک

گئی۔ [49]توبھی 14,700 افراد وبا سے مر گئے۔ اِس میں وہ شامل نہیں ہیں جو قورح کے سبب سے مر گئے تھے۔ (گنتی/Numbers، باب 16)

[1]رب نے ہارون سے کہا، ”مقدِس تیری، تیرے بیٹوں اور لاوی کے قبیلے کی ذمہ داری ہے۔ اگر اِس میں کوئی غلطی ہو جائے تو تم قصوروار ٹھہرو گے۔ اِسی طرح اماموں کی خدمت صرف تیری اور تیرے بیٹوں کی ذمہ داری ہے۔ [6]مَیں ہی نے اسرائیلیوں میں سے تیرے بھائیوں یعنی لاویوں کو چن کر تجھے تحفے کے طور پر دیا ہے۔ وہ رب کے لئے مخصوص ہیں تاکہ خیمے میں خدمت کریں۔ [7]لیکن صرف تُو اور تیرے بیٹے امام کی خدمت سرانجام دیں۔ مَیں تمہیں امام کا عُہدہ تحفے کے طور پر دیتا ہوں۔ کوئی اَور قربان گاہ اور مُقدّس چیزوں کے نزدیک نہ آئے، ورنہ اُسے سزائے موت دی جائے۔“ (گنتی/Numbers، باب 18)

اس سورۃ میں اللہ تعالٰی نے امامت کا ذکر کیا، جس کو آیت 5 کے ضمن می ہم نے روشنی ڈالی۔ اور اب سورۃ کے آخر میں "قارون" کا ذکر آیا ہے۔ اور قارون کی روئیداد کو جب بائیبل میں دیکھا گیا تو پتہ چلا وہاں اصل میں معاملہ "امامت" کا تھا۔

یعنی قارون دولت مند تو تھا، پر اصــل معاملہ دولت نہیں پر امامت کا تھا، کہ قارون چاہتا تھا کہ تم ســے پہلے جب ہم فرعون کے ساتھ تھے تو ہم اس کے خاص لوگوں میں سے تھے، اب اُسے چھوڑ کر تمہاری پارٹی جوائن کی ہے تو اب ہمیں یہاں بھی ہمیں اعلٰی اختیارات ســے نوازا جائے، کوئی خاص مقام دیا جائے یعنی کوئی امامت و خلافت ہمیں بھی دی جائے۔

(حالانکہ آیت 68-69 میں اللہ پاک نے فرمایا کہ اللہ ہی جســے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے، اور اللہ ہی جانتا ہے جو کچھ یہ ســینوں میں چھپاتے ہیں یا ظاہر کرتے ہیں – (یعنی وہ لوگوں کی اصــلیت سے اچھے سے واقف ہے کہ کون کس لائق ہے))

قرآنی سورتوں کی ہی طرز رہی ہے کہ ان کی ابتداء ان کی انتہا سے میچ کھاتی ہے۔ یعنی introduction کو conclusion کے ساتھ ملایا جاتا۔ شروعات میں امامت کا ذکر آیا تو اب آخر میں قارون کا ذکر آیا جو پسِ پردہ امامت ہی کا ذکر ہے۔

اور اللہ نے بتا دیا کہ صرف اُسی کو اختیار ہے کہ جس کو جو رُتبہ دے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو خود سے اپنا وزیر تک نہیں بنا سکے، تو کیسے ممکن ہے لوگ آپس کے مشورے سے کسی کو امام یا خلیفہ بنا لیں؟...

یہ اللہ تعالٰی نے قارون کے اس قصہ میں واضح کردیا۔ اور اس طرح واضح کیا کہ سیکڑوں کی تعداد کی جماعت کو عذاب نازل کر کے ان کو زمین میں دھنسا کے واضح کیا، اور اگلے دن کئی ہزاروں کی تعداد کوکسی وبا سے موت دے کر، واضح کیا۔
اور پھر بھی کوئی قصر رہ گئی (لوگوں کا یہ اعتراض رہا کہ آپ کا ہارون کے لیے اتنا کچھ کرنا اپنی طرف سے ہے، اللہ کی طرف سے نہیں) تو اللہ نے وہ باب 17 میں اس طریقے سے کلیئر کر دیا۔

[1]رب نے موسیٰ سے کہا، ”[2]اسرائیلیوں سے بات کر کے اُن سے 12 لاٹھیاں منگوا لے، ہر قبیلے کے سردار سے ایک لاٹھی۔ ہر لاٹھی پر اُس کے مالک کا نام لکھنا۔ [3]لاوی کی لاٹھی پر ہارون کا نام لکھنا، کیونکہ ہر قبیلے کے سردار کے لئے ایک لاٹھی ہو گی۔ [4]پھر اُن کو ملاقات کے خیمے میں عہد کے صندوق کے سامنے رکھ جہاں میری تم سے ملاقات ہوتی ہے۔ [5]جس آدمی کو مَیں نے چن لیا ہے اُس کی لاٹھی سے کونپلیں پھوٹ نکلیں گی۔ اِس طرح مَیں تمہارے خلاف اسرائیلیوں کی بڑبڑاہٹ ختم کر دوں گا۔“

[6]چنانچہ موسیٰ نے اسرائیلیوں سے بات کی، اور قبیلوں کے ہر سردار نے اُسے اپنی لاٹھی دی۔ اِن 12 لاٹھیوں میں ہارون کی لاٹھی بھی شامل تھی۔ [7]موسیٰ نے اُنہیں ملاقات کے خیمے میں عہد کے صندوق کے سامنے رکھا۔ [8]اگلے دن جب وہ ملاقات کے خیمے میں داخل ہوا تو اُس نے دیکھا کہ لاوی کے قبیلے کے سردار ہارون کی لاٹھی سے نہ صرف کونپلیں پھوٹ نکلی ہیں بلکہ پھول اور پکے ہوئے بادام بھی لگ گئے ہیں۔ (گنتی/Numbers، باب 17)

اب اس امت کی طرف آئیں تو حدیث منزلت میں پیغام واضح ہے کہ اس امت کا "ہارون" کون ہے؟

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدٍ، قَالَ سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ بْنَ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِعَلِيٍّ " أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى ".

The Prophet said to 'Ali, "Will you not be pleased from this that you are to me like Aaron was to Moses?" (Bukhari, #3706)

(نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمنے علی سے کہا، کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ تم میرے ساتھ وہی منزلت رکھتے ہو جو ہارون کی موسیٰ کے ساتھ تھی۔)

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، عَنْ شُعْبَةَ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ بَشَّارٍ قَالاَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ، بْنَ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ قَالَ لِعَلِيٍّ " أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى " .

Sa'd reported Allah's Apostle (may peace be upon him) as saying to 'Ali: Aren't you satisfied with being unto me what Aaron was unto Moses? (Muslim, #2404e)

(سعد نے بیان کیا کہ اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے فرمایا: علی! کیا تم اس بات پر مطمئن نہیں ہو کہ تم میرےساتھ وہی نسبت رکھتے ہو جو ہارون موسیٰ کے ساتھ رکھتے تھے۔)

روایت " جو کچھ پچھلی امتوں میں ہوا اس امت میں ہوکر رہے گا" کے تحت بائیبل سے پتہ چلتا ہے کہ جو بھی اس امت میں "ہارونِ محمدی – امام علی علیہ السلام" کی پر شک کرے گا، یا اعتراض

کرے گا کہ یہ رُتبہ صــرف ان کو کیوں؟ تو اســکا جواب بھی وہی ہوگا جو اللہ تعالٰی نے قارون اور ساتھیوں کے ساتھ کیا۔

✎ کچھ اس طرح کا اعتراض، اس امت میں، ســورہ معارج کے شــانِ نزول میں بھی آتا ہے، کہ کســی نے غدیرِ خم کے بعد مولا علی کی "مولایت" پر اعتراض کیا۔

سَــاَلَ سَــآٮِٕلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ١، لِّلۡكٰفِرِينَ لَيۡسَ لَهُ دَافِعٌ ٢ (معارج، 70:1)

١۔ ایک ســوال کرنے والے نے عذاب کا ســوال کیا جو واقع ہونے ہی والا ہے۔٢۔کفار کے لیے اسے کوئی ٹالنے والا نہیں ہے۔۔۔

" غدیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی علیہ الســـلام کی ولایت کے بارے میں فرمایا ہے :من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ تو حارث رسـول اللہؐ کی خدمت میں آیا اور اپنی سـواری کو الابطح جگہ پر بٹھایا اور کہا: یا محمد! آپ نے کہا ہم یہ گواہی دیں کہ اللہ کے ســـوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں، ہم نے گواہی دی، یہ کہ دن میں پانچ مرتبہ نماز پڑھیں، ہم نے پڑھی، اپنے اموال میں ســے زکوۃ نکالیں، ہم نے قبول کیا، ہر ســال رمضــان میں روزہ رکھیں، ہم نے مان لیا اور حج کریں، ہم نے قبول کیا۔ پھر بھی آپ ان ســب پر راضــی نہ ہوئے اور اپنے چچا کے بیٹے کو ہم پر فضــلیت دی ہے۔ کیا یہ آپ کی طرف ســے ہے یا اللہ کی طرف سے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: واللہ الذی لا الٰہ الا ھو ما ھو الا من اللہ۔

قســم ہے اس ذات کی جس کے ســوا کوئی معبود نہیں۔ یہ بات اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

یہ ســن کر حارث یہ کہتے ہوئے پلٹا: اے اللہ! اگر جو کچھ محمد کہتا ہے حق ہے تو ہم پر آســمان ســے پتھر گرا اور دردناک عذاب نازل کر دے۔ پھر قسم بخدا! وہ اپنی اونٹنی تک پہنچنے نہ پایا تھا کہ اس کے سر پر اللہ نے ایک پتھر گرایا جو اس کے دماغ پر لگا اور نیچے سے نکل گیا اور وہ مر گیا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔"

(تفصیل در تفسیرِ کوثر)

82۔ وَ اَصۡبَحَ الَّذِیۡنَ تَمَنَّوۡا مَکَانَہٗ بِالۡاَمۡسِ یَقُوۡلُوۡنَ وَیۡکَاَنَّ اللّٰہَ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖ وَ یَقۡدِرُ ۚ لَوۡ لَاۤ اَنۡ مَّنَّ اللّٰہُ عَلَیۡنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَیۡکَاَنَّہٗ لَا یُفۡلِحُ الۡکٰفِرُوۡنَ﴿۸۲﴾

اور جو لوگ کل تک اس کے مقام کی تمنا کر رہے تھے کہنے لگے دیکھتے نہیں! اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کردیتا ہے (اور جس کا چاہتا ہے) اندازہ سے دیتا ہے، اگر اللہ نے ہم پر احسان نہ کیا ہوتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا، دیکھتے نہیں کہ کافروں کے لیے کبھی فلاح نہیں۔

(اظھر)

📖 وَ اَصــبَحَ الَّذِینَ تَمَنَّوا مَکَانَہ بِالاَمسِ :کل جو لوگ دولت کی تمنا کرتے تھے آج اس کا انجام دیکھ کر ســمجھ گئے دولت خوشــحالی نہیں ہے اور دولت کا حصــول کســی کا ذاتی کمال اور ہنرمندی کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ دولت دینا، نہ دینا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جســے چاہتا ہے دولت دیتا ہے۔ انعام کے طور پر یا آزمائش اور ســزا کے طور پر۔ (کوثر)

📖 وَیکَاَنَّہ بعض کہتے ہیں یہ ویک ہے اس پر کَاَنَّ داخل ہوا ہے۔ اس کے معنی الم تر دیکھتے نہیں ہو کے ہیں۔ بعض کے نزدیک ویک تہدید کے معنوں میں ہے۔ (کوثر)

✎ "ویکان" کا ترجمہ اگر "افسوس" سے کیا جائے، جو کہ اکثریت نے کیا ہے۔ تو پھر سوال اٹھتا کہ کافروں پر یا جن پر اللہ کا عذاب نازل ہوا ہو، ان پر افسوس ہی کیا کرنا۔
پھر کچھ نے اس کا ترجمہ کیا ہے: "معاذ اللہ" "کتنا عجیب ہے"، "ہائے تعجب ہے" ...

📖 کبھی دعا کا قبول نہ ہونا، آرزو کا پورا نہ ہونا، انسان پر اللہ تعالٰی کا بہت بڑا لطف و احسان ہوتا ہے۔ "تمنوا مکانہ .. من اللہ علینا" (تفسیر نور)

✎ اگر انسان دولت و طاقت کو (بلکہ ہر نعمت کو) اللہ کی طرف سے نہ سمجھے تو پھر وہ اسے کفر و سرکشی کی طرف لے جاتی ہے۔

1. فرعون نے اپنی اقتدار کو اللہ کی طرف سے نہ سمجھا، اور وہ پانی میں غرق ہو گیا۔
2. اور قارون نے اپنی دولت کو اللہ کی طرف سے نہ سمجھا، تو وہ زمین میں دھنسا دیا گیا۔
3. سامری نے اپنے علم سے لوگوں کو بہکایا، تو بولتا رہا "مجھے نہ چھونا۔"
4. اور بلعم باعور دنیاپرستی اور خواہشات کے پچھے لگ گیا تو اس کی مثال کتے جیسی ہوگئی۔

دار الآخرة

83۔ تِلۡکَ الدَّارُ الۡاٰخِرَۃُ نَجۡعَلُہَا لِلَّذِیۡنَ لَا یُرِیۡدُوۡنَ عُلُوًّا فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا فَسَادًا ؕ وَ الۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ﴿۸۳﴾

آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے بنا دیتے ہیں جو زمین میں بالادستی اور فساد پھیلانا نہیں چاہتے اور (نیک) انجام تو تقویٰ والوں کے لیے ہے۔

(بلاغ القرآن)

📖 **وَ لَا فَسَادًا :دوسروں پر ظلم کر کے ان پر بالا دستی قائم کرنا، فساد کا بہت بڑا مصداق ہے۔ اس لیے اس کا خصوصیت سے ذکر کیا۔ فساد میں ہر قسم کی ناہمواری اور غیر عادلانہ کردار شامل ہے۔ (کوثر)**

✎ **یہ لفظ "علوا"، یعنی تکبر و بالادستی، وہی لفظ ہے جو سورہ کی شروعات آیت 4 میں فرعون کے لیے آیا: اِنَّ فِرعَونَ عَلَا فِی الاَرضِ۔**
اس لفظ کو، انہیں آیات کے مفہوم میں سمجھنے کی ضرورت ہے۔
اگر کوئی بھی شخص، کسی بھی لیول پر "علوا فی الأرض" کرتا ہے، تو سمجھ جائے کہ "آخرت کا گھر" اس کے لیے نہیں ہے۔

اس لفظ کا ترجمہ مختلف مترجمین نے: "زمین میں بڑائی"، "اقتدار و اختیار کے خواہاں"، "زمین میں تکبر"، "ظلم و فساد کا ارادہ"، "اونچائی بڑائی اور فخر"، "تکبر و سرکشی"، "زمین میں بلندی"... سے کیا ہے۔

84۔ مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيۡرٌ مِّنۡهَا ۚ وَ مَنۡ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجۡزَى الَّذِيۡنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۸۴﴾

جو شخص نیکی لے کر آئے گا، اس کے لیے اس سے بہتر ہے اور جو شخص برائی لے کر آئے گا تو جو لوگ برائی کرتے ہیں ان کو وہی ملے گا جو انھوں نے کیا۔

(وحیدالدین)

📖 ایک نیکی کا اجر دس سے سات سو تک اور جن کے لیے اللہ کی مشیت ہو، سات سو کا دو گنا یعنی چودہ سو تک دیا جائے گا. چنانچہ فَلَہ عَشۡرُ اَمۡثَالِہَا .... (۶ انعام: ۱۶۰) میں دس نیکیوں کا ذکر آیا ہے۔ راہ خدا میں انفاق کے لیے سات سو نیکیوں کا ذکر فرمایا ہے اور وَ اللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَن یَّشَآءُ .... (۲ بقرۃ: ۲۶۱) سے چودہ سو تک کے امکان کا ذکر فرمایا۔ نیکی کے لیے اس سے بہتر اجر عنایت فرمایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے۔ (کوثر)

📖 نیکی کا اجر زیادہ دینا اللہ کا تفضل ہے اور برائی کی سزا اسی کے برابر دینا اللہ کا عدل ہے۔ (کوثر)

85۔ اِنَّ الَّذِیۡ فَرَضَ عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ ؕ قُلۡ رَّبِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَنۡ جَآءَ بِالۡہُدٰی وَ مَنۡ ہُوَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۸۵﴾

(اے رسول) جس نے آپ پر قرآن (کے احکام کو) فرض کیا ہے وہ یقینا آپ کو بازگشت تک پہنچانے والا ہے، کہدیجئے: میرا رب اسے خوب جانتا ہے جو ہدایت لے کر آیا ہے اور اسے بھی جو واضح گمراہی میں ہے۔

(بلاغ القرآن)

۞ وَاَنۡ اَتۡلُوَا الۡقُرۡاٰنَ ۚ (نمل، 27:92)

۞ وَلَلۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لَّكَ مِنَ الۡاُوۡلٰى ؕ ٤ (ضحی، 93:4)

اور یقیناً آخرت تمھارے لیے دنیا سے بہترہے۔

۞ وَمِنَ الَّيۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنۡ يَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ۷۹ (اسراء، 17:79)

اور رات کو تہجد پڑھو یہ تمہارے لئے نفل ہے ، بعید نہیں کہ تمہارا رب تمہیں مقام محمود پر فائز کردے۔

✎ شاید لوٹنے کی کی جگہ سے مراد قیامت کے بعد "مقامِ محمود" ہے، جن کا ان سے وعدہ کیا گیا۔ کیونکہ سیاق و سباق کی آیات "دار الآخرة" کا ہی ذکر کر رہی۔
اگرچہ کئی مفسرین نے اس سے "مکہ معظمہ" مراد لیا ہے۔

✎ یاد رہے، لفظ "فرض" استعمال ہوا ہے، "بے شک جس نے تم پر قرآن کو فرض کیا ہے (وحیدالدین)"۔ یہ اس کا لفظی ترجمہ ہے۔

📖 اَ لْفَرْض۔کے بنیادی معنی کسی سخت چیز کو کاٹنے کے ہیں۔
اَلْفَرِيْضَةُ مقررہ حصہ کو کہتے ہیں۔ نیز ہر وہ چیز جسے معین ومقرر کر دیا جائے۔
ابن فارس نے کہا ہے کہ چونکہ کاٹنے سے چیز نشان زدہ اور متعین ہو جاتی ہے اس لیے اَلْفَرْضُ کو فرض اسی جہت سے کہا جاتا ہے کہ اس کے حدود اور نشانات متعین ہوتے ہیں۔
فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ [9:60]کہا گیا ہے۔ خدا کی طرف سے مقرر کر دہ اصول تقسیم ۔ سورہ نور میں ہے۔ سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا [24:1] وہ سورۃ جو خدا کی طرف سے نازل ہوئی اور اس میں درج شدہ احکام کو فرض ٹھہرایا گیا۔

86۔ وَ مَا كُنْتَ تَرْجُوْۤا اَنْ يُّلْقٰۤى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾

اور آپ کو یہ امید نہ تھی کہ آپ پر یہ کتاب نازل کی جائے گی مگر آپ کے رب کی رحمت سے لہٰذا آپ کافروں کے پشت پناہ ہرگز نہ بنیں۔
(بلاغ القرآن)

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۹ (قلم، 68:9)
وہ تو چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ ذرا ڈھیلے پڑیں تو وہ بھی ڈھیلے پڑجائیں۔

- کتاب کا نزول تو پہلی وحی سے ہی شروع ہوجاتا ہے، یعنی "اقرا باسم ربک الذی خلق" سے۔ تو پھر اس کا کیا مطلب کہ "آپ کو امید نہ تھی کی آپ پر یہ کتاب نازل کی جائے گی...؟

اگر یہ خیال نزول وحی کی ابتداء کے بعد آیا تو لاجیکلی منطق بنتی نہیں، کیوں کہ سلسلہ تو شروع ہوچکا۔ بشرطیکہ اُس وقت کو یاد کریں جب ابتدائی وحی کے بعد سلسلہ وحی رُک گیا تھا (سورہ ضُحیٰ)

اور اگر یہ خیال نزولِ وحی کی ابتداء سے پہلے کا تھا تو مطلب نبی کریم اس منصب پر شروع سے تھے، اور ان کو معلوم بھی تھا۔ لیکن "نزولِ کتاب" کا بس ان کو تھا...

- اب دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء سے مختلف وحیّ کے ذریعے بات چیت / یا پیغام رسانی کسی کتاب کے بغیر بھی کرتا رہا ہے۔ جیسے سورہ مریم میں: حضرت زکریاؑ کو وحی ہوتی حضرت یحیٰؑ کی بشارت کی، حالانکہ حضرت زکریا سے کوئی آسمانی کتاب منسوب نہیں۔ اُسی صورت میں بیبی مریمؑ پر بھی فرشتہ نازل ہوتا اور بات چیت ہوتی۔ پھر بائیبل کے مطابق بیبی مریم کے منگیتر (جن کا نام یوسف تھا) کو بھی وحی ہوتی کہ بیبی مریم کو قبول کریں کہ وہ پاک دامن ہیں۔
ان طواسین والی سورتوں میں، اُم موسٰی پر بھی وحی نازل ہوتی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسراعیل کے پاس توریت تو بعد میں لائے تھے، پر یہ "درخت میں آگ" والی گفتگو اللہ تعالیٰ سے پہلے ہوچکی تھی۔

کہنے کا مطلب وحی تو انبیاء پر ہوتی رہی ہیں، اور کتابوں کا نزول ان وحیوں سے الگ رہا ہے۔
تو اسی طرح نبی اکرمﷺ پر بھی عین ممکن ہے "قرآن کی وحی" الگ وحی ہو۔ اور اس کے علاوہ اللہ سے (فرشتوں کے ذریعے ہی صحیح) کمیونیکیشن چلتی رہی ہو۔

اس تناظرے میں کہہ سکتے: قرآن کی وحی "اقراء" سے شروع ہوئی، اور اس سے پہلے دوسری وحی سے بھی بات چیت ہوتی ہو، اور اس دوران ان کے دل میں یہ خیال آیا ہوگا کہ کیا مجھ پر بھی کوئی کتاب نازل ہوگا؟ اللہ کی رحمت سے؟

📖 اس سورہ کی ان آیات میں حضرت موسٰی علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان دو شباہیتیں پائی جاتی ہیں:

✏ (ویسے تو بہت شباہیتیں پائی جاتی ہیں، جو موقع محل پر ہم بیان کر کے آئے، پر اس والے نطقہ کی نشاندہی مفسر نور کی طرف سے ہے)

1. حضرت موسٰی کا آگ لینے کی غرض سے اُس کی طرف گئے لیکن نور تک جا پہنچے "فلما آتٰھا نودی (آیت 30)"

- پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی عبادت کی غرض سے غارحرا گئے اور وحی سے آشنا ہوگئے۔ "وما کنت ترجو (آیت 86).

2. آیت 17 میں حضرت موسٰی نے اس بات کا اظہار کیا
قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ فَلَنۡ اَکُوۡنَ ظَهِیۡرًا لِّلۡمُجۡرِمِیۡنَ ۱۷
"پروردگار! یہ جو لطف تو نے کیا ہےاس کی وجہ سے میں کبھی بھی مجرموں کی مدد نہیں کروں گا۔"

- اس آیت میں اللہ تعالٰی نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: "یلقیٰ الیک الکتاب ... فلا تکونن ظھیرا للکافرین" جو آسمانی کتاب تم تک پہنچی ہے اس لیے تم کفار کی مدد نہ کرنا۔ (تفسیر نور)

87۔ وَ لَا یَصُدُّنَّکَ عَنۡ اٰیٰتِ اللّٰهِ بَعۡدَ اِذۡ اُنۡزِلَتۡ اِلَیۡکَ وَ ادۡعُ اِلٰی رَبِّکَ وَ لَا تَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ﴿۸۷﴾

جب یہ آیات آپ کی طرف نازل ہو چکی ہیں تو کہیں یہ آپ کو اللہ کی آیات (کی تبلیغ) سے روک نہ دیں اور آپ اپنے رب کی طرف دعوت دیں اور آپ مشرکین میں ہرگز شامل نہ ہوں۔
(بلاغ القرآن)

فَلَا یَصُدَّنَّکَ عَنۡهَا مَنۡ لَّا یُؤۡمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ فَتَرۡدٰی ۱٦ (طه، 20:16)
پس تمہیں اس سے کوئی روک نہ دے، جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اور خواہشات کی اتباع کرتا ہے، کہ پھر تم ہلاک ہوجائو۔

- کچھ بالکل اسی طرح کا حکم اللہ نے حضرت موسٰی علیہ السلام کو (سورہ طہ) میں بھی دیا۔

88۔ وَ لَا تَدۡعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ ۘ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۟ کُلُّ شَیۡءٍ ہَالِکٌ اِلَّا وَجۡہَہٗ ؕ لَہُ الۡحُکۡمُ وَ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۸۸﴾

اور اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکارو، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے اس کی ذات کے، حکومت کا حق اسی کو حاصل ہے اور اسی کی طرف تم سب پلٹائے جاؤ گے۔

(بلاغ القرآن)

کُلُّ مَنۡ عَلَیۡہَا فَانٍ ۚ ۲۶، وَّیَبۡقٰی وَجۡہُ رَبِّکَ ذُو الۡجَلٰلِ وَالۡاِکۡرَامِ ۚ ۲۷ (رحمٰن، 55:27)

درسِ سورۃ/امامت

- اس سورۃ کو دو حصوں میں بانٹ سکتے، کہ پہلا آدھا حصہ حضرت موسٰی کی ولادت سے ان کے مدین کے سفر اور پھر واپسی کا ہے۔
  دوسرہ آدھا حصہ میں، کچھ متفرق باتیں ہیں، مشرکِ مکہ کو انذار، اہل کتاب کا قبولِ اسلام، قیامت کا احوال، آخر میں دولتِ قارون اور قارون کا قصہ۔

- اس سورۃ میں پسِ پردہ "امامت" کا ذکر ہے، کہ الفاظ: اُم، امۃ، ام القرٰی، امام، ائمہ کا کافی تکرار ہے۔
  اور قارون کے قصے میں اہل کتاب کے پاس موجودہ کتاب میں جو قصہ درج ہے وہ حضرت ہارون علیہ السلام کی امامت کے اختلاف پر مبنی ہے۔
  اس سورۃ میں لفظ "شیعہ" کا بھی ذکر ہے۔
  تحقیق پر پایا گیا کہ لفظ "امام" قرآن میں 12 بار آیا ہے۔
  اور لفظ "شیعہ" بھی قرآن میں 12 بار آیا ہے۔

الحمد لله رب العٰلمین

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ

اظھر حسین ابڑو (اللَّهُمَّ ٱغْفِرْ لَهُ وَٱرْحَمْهُ وَعَافِهِ وَٱعْفُ عَنْهُ)

9 اپریل 2024

29 رمضان 1445

9:02 صبح

Popular Solar Eclipse Day at America.

6-جولاء، 2025